

الْعُرْوَةُ فِي مَنَاسِكِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ دوازدہم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، بیٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : الْعُرْوَةُ فِي مَنَاسِكِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

”فتاویٰ حج و عمرہ“ (حصہ دوازدہم)

تالیف : شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء

تعداد اشاعت : 5200

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، بیٹھادر، کراچی

فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
5	پیش لفظ
7	احرام
7	احرام سے قبل خواتین کا مہندی لگانا
8	حالتِ احرام میں موزے اور دستاں پہننا کیسا ہے؟
10	حالتِ احرام میں نکاح اور رخصتی کرنا کیسا؟
25	حالتِ احرام میں کریم لگنے کا حکم
27	میقات
27	حائضہ جب احرام کی نیت سے میقات پر تلبیہ کہہ لے تو کیا حکم ہوگا؟
30	بلا احرام میقات تجاوز کر کے عمرہ ادا کئے بغیر آفاق لوٹ جانے کا حکم
33	بلا احرام میقات سے گزرنے والے پر سے دم کیسے ساقط ہوگا؟
36	حج
36	حج کے بعد دودن آنے والے خون کا حکم
38	عمرہ اپنی طرف سے کر کے حج غیر کی طرف سے کرنے کا حکم
39	مدینہ منورہ سے حج قرآن کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دینے پر حکم
46	حلیٰ کے حج تمتع کا حکم
52	غریب شخص نے فرض حج یا مطلق نیت کے ساتھ حج کیا تو کیا فرض حج ادا ہو جائے گا؟
53	عمرہ
53	بچے کی جانب سے عمرہ کرتے ہوئے بچے کا ساتھ ہونا ضروری ہے

54	عورت کا بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ چلے جانا
55	حالتِ حیض میں کئے گئے طواف پر لازم آنے والا دم کیسے ساقط ہو؟
56	طواف
56	مسجد حرام کے گرد طواف کا حکم
60	حج کی سعی سے قبل طوافِ وداع کرنے کا حکم
63	نماز طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا
66	حالتِ طواف میں ستر عورت کا حکم
69	طواف سے قبل سعی کا حکم
73	عمرہ طوافِ وداع کے قائم مقام نہیں
81	دورانِ طواف پانی پینے کی شرعی حیثیت
84	چھت سے کعبہ معظمہ کا طواف
92	ماخذ و مراجع

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسک حج و عمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشتوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج و عمرہ کے لئے کُتب فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج و عمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھا در میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اسی لئے لوگ حج و عمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج و عمرہ اور اس سفر میں پیش آنے

والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے ان میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء میں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ/ جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفر حج میں اور کچھ دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے حج و عمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ اس ماہ یعنی مئی میں ”جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان“ اپنے سلسلہ اشاعت کے ۳۰ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

احرام

احرام سے قبل خواتین کا مہندی لگانا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج پر جانے والی خواتین احرام سے قبل ہاتھوں پر مہندی لگا سکتی ہیں یا نہیں؟

(السائل: ڈاکٹر محمد ساحل شکروی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقّس الجواب:- صورتِ مسئلہ میں خواتین احرام باندھنے سے قبل ہاتھوں پر مہندی لگا سکتی ہیں کیونکہ احرام سے قبل پیشانی پر خوشبو ملنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

چنانچہ امام ابو داود وسلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ کی روایت میں آتا ہے: حَدَّثَنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمُّ جَبَاهُنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرَقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْهَاهَا۔ (۱)

یعنی، مجھے حضرت عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بیشک ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بیان فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے پس ہماری پیشانیوں پر احرام باندھتے ہوئے خوشبو ملی ہوئی تھی پس جب ہم میں سے کسی ایک کو پسینہ آتا تو وہ اُس کے چہرے پر بہتا پس اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

لہذا احرام کی نیت کرنے سے قبل خواتین کو ہاتھوں پر مہندی لگانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ احرام کے بعد اس کی خوشبو باقی رہے۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّهُ لَا بَأْسَ ببقاء الطيب الذي طَيَّب به قبل الإحرام۔ (۲)

یعنی، اُس خوشبو کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں جو احرام سے قبل لگائی ہو۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-54

یوم الثلاثاء، ۲ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ - ۱۱ ستمبر ۲۰۱۸م

حالتِ احرام میں موزے اور دستاں پہننا کیسا ہے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کو حالتِ احرام میں موزے یا دستاں پہننا کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقّس الجواب:- صورتِ مسئلہ میں مرد کو حالتِ احرام میں دستاں اور موزے پہننا حرام ہے بشرطیکہ موزہ پہننے میں وسطِ قدم کو چھپایا جائے البتہ اس حکم میں عورت شامل نہیں کہ اُسے موزے یا دستاں پہننا جائز ہے۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:، هِيَ فِيهِ كَالرَّجُلِ، إِلَّا أَنَّ لَهَا: أَنْ تَلْبَسَ الْمَخِيطَ غَيْرَ الْمَصْبُوغِ، وَالْخَفَيْنِ، وَالْقُفَازِينَ۔ (۳)

یعنی، عورت احرام میں مرد کی مثل ہے سوائے اس کے کہ وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے جبکہ (ورس یا زعفران یا عصفر سے) رنگا ہوا نہ ہو، اور موزے (اگرچہ وسطِ قدم چھپ

(۲) لباب المناسک و عباب المسالك، باب الجنایات، فصل فی تطییب الثوب، ص ۲۰۱

(۳) لباب المناسک و عباب المسالك، باب الإحرام: شرائط صحته، و واجباته، و سننه، و مستحباته، فصل فی

جائے) اور دستانے بھی پہن سکتی ہے۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: عورت کو چند باتیں جائز ہیں: سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر لپیٹ اٹھانا، بدرجہ اولیٰ، گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگر چہ سی کر، غلاف کعبہ کے اندریوں داخل ہونا کہ سر پر رہے منہ پر نہ آئے، دستانے موزے سے کپڑے پہننا۔ (۴)

اور عورت کے لئے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ دستانے نہ پہنے تو وہ استتباب پر محمول ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ وہ دستانے نہ پہنے لیکن اگر وہ پہن لیتی ہے تو بھی گنہگار نہ ہوگی۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وقوله عليه الصلاة والسلام: "ولا تلبس القفازين" نہی ندب۔ (۵) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان "کہ تو دستانے نہ پہن" (۶) یہ مستحب کی نہی ہے۔ اور ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مزید لکھتے ہیں: حملناه عليه جمعاً بين الدلائل بقدر الإمكان۔ (۷) یعنی، ہم نے دلائل میں بقدر الامکان جمع کرتے ہوئے نہی کو استتباب پر محمول کیا ہے۔

(۴) الفتاوى الرضوية، كتاب الحج، جنایات، ۷۳۵/۱۰

(۵) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: في إحرام المرأة، ص ۱۶۲

(۶) صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب ما ينهي من الطيب للمحرم والمحرمة، برقم ۱۸۳۸، ۴۵۳/۱، وفيه: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَا تَلْبَسِ الْقَفَازِينَ

(۷) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: في إحرام المرأة، ص ۱۶۲

واللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

FU-64

یوم السبت، ۷ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ - ۱۴ دسمبر ۲۰۱۸م

حالتِ احرام میں نکاح اور رخصتی کرنا کیسا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ کیا احرام کی حالت میں نکاح اور رخصتی کرنا جائز ہے کیونکہ بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں؟
باسمہ تعالیٰ وتقّدر الجواب: فقہ حنفی کی رو سے حالت احرام میں عقد نکاح کرنا جائز ہے اور ایسا کرنا حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیساپوری متوفی ۲۶۱ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَبِي الشَّعَثَاءِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (۸)

یعنی، حضرت ابوشعثاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بے شک انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی ﷺ نے اُمّ المؤمنین حضرت ميمونة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔
اور ہماری دلیل بھی یہی حدیث شریف ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: ولنا: ما روى "أنه عليه الصلاة والسلام: تزوّج بميمونة وهو محرم"۔ (۹)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ جو روایت کیا گیا ہے کہ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ

(۸) صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم نكاح المحرم، وكرهية خطبة، ۱۰۳۱/۲

(۹) الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ۱ - ۲۲۸/۲

والسلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

قاضی القضاۃ أبو الولید أحمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحہ ثقفی حلبی حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَلَنَا مَا رَوَى: أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرَمٌ۔ (۱۰)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ جو روایت کیا گیا ہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

اسی حدیث شریف کی بناء پر فقہاء احناف کے نزدیک حالت احرام میں محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز ہے۔

چنانچہ امام أبو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: أخبرنا محمد

عن أبي حنيفة قال: لا بأس بأن يتزوج المحرم ويتزوج غيره۔ (۱۱)

یعنی، ہمیں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ محرم کو نکاح کرنے اور اپنے غیر کا نکاح کروانے میں کوئی حرج نہیں۔

اور امام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں: ولا بأس

على المحرم أن يتزوج ولكنه لا يدخل حتى يحل، والمحرمه في ذلك

كالمحرم سواء۔ (۱۲)

یعنی، محرم کو نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ دخول نہ کرے یہاں تک

احرام سے باہر آجائے اور محرمہ اس مسئلہ میں محرم کی مثل ہے۔

(۱۰) لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا يحل أن يجمع بين

الأختين بنکاح، ص ۱۸۶

(۱۱) کتاب الحجۃ علی أهل المدينة، کتاب المناسک، باب نکاح المحرم، ۴۶۱/۲-۴۶۵

(۱۲) مختصر الطحاوی، کتاب النکاح، نکاح المحرم، ۴۳۷/۱

اور امام ابی الحسین أحمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علامہ عبد الغنی بن

طالب بن حمادہ غلبی دمشقی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: (ویجوز للمحرم والمحرمه)

بالحج أو العمرة أو بهما (أن يتزوجا في حال الإحرام) لما روى أنه صلى الله

عليه وسلم "تزوج ميمونة وهو مُحْرَمٌ" (۱۳)

یعنی، محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز ہے خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا یا حج اور عمرہ

دونوں کا کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

امام أبو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: قال

أصحابنا: لا بأس للمحرم والمحرمه [في] النکاح۔ (۱۴)

یعنی، ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ محرم اور محرمہ کو نکاح کرنے میں حرج نہیں۔

اور قاضی القضاۃ أبو الولید أحمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحہ ثقفی حلبی حنفی

متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَيَجُوزُ لِلْمَحْرَمِ وَالْمَحْرَمَةِ أَنْ يَتَزَوَّجَا فِي حَالَةِ

الإحرام۔ (۱۵)

یعنی، محرم اور محرمہ کے لئے حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں: وَيَجُوزُ لِلْمَحْرَمِ وَالْمَحْرَمَةِ

(۱۳) مختصر القدوری و شرحه اللباب فی شرح الكتاب، کتاب النکاح، ص ۱-۱۴۴/۲۰۳

(۱۴) المسالك فی المناسک، القسم الثاني: فی بیان نسک الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك،

فصل فی نکاح المحرم، ۷۹۰/۲

(۱۵) لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا يحل أن يجمع بين

الأختين بنکاح، ص ۱۸۶

أَنْ يَتَزَوَّجَا فِي حَالِ الْإِحْرَامِ - (١٦)

یعنی، محرم اور محرمہ کے لئے حالتِ احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔

اور نہ صرف نکاح کرنا جائز ہے بلکہ محرم کو تو اپنے غیر کا نکاح کروانا بھی جائز ہے۔

چنانچہ امام ابو منصور محمد بن کرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ولہ

أَنْ يَزُوجَ غَيْرَهُ - (١٧)

یعنی، اُس کے لئے حالتِ احرام میں نکاح کروانا جائز ہے۔

اور امام عز الدین بن جماعة الکلتانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں: وعند الحنفية أنه

يجوز أن يُزَوَّجَ المحرم أو يتزوّج - (١٨)

یعنی، ”حنفیہ“ کے نزدیک محرم کو نکاح کرنا یا کرنا جائز ہے۔

البتہ اس میں ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا

اختلاف ہے۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: وَفِيهِ

خِلَافُ الثَّلَاثَةِ - (١٩)

یعنی، اس میں ”ائمہ ثلاثہ“ کا اختلاف ہے۔

(۱۶) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثالث: فی بیان المحرمات وہی تسعة أقسام، القسم التاسع:

المحرمات بالمطلق، ۲۸۳/۱

(۱۷) المسالك فی المناسک، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك،

فصل فی نکاح المحرم، ۷۹۱/۲

(۱۸) هداية السالك إلى المذاهب الأربعة فی المناسک، الباب الثامن فی محرمات الإحرام وكفاراتها،

النوع السادس: عقد النکاح، ۶۲۴/۲

(۱۹) فتح القدير، کتاب النکاح، فصل: فی بیان المحرمات، تحت قوله: ويجوز للمحرم والمحرمة أن

يتزوجا في حالة الإحرام، ۱۳۸/۳

اور امام مالک، شافعی اور احمد علیہم الرحمہ حالتِ احرام میں نکاح کے عدم جواز کے

قائل ہیں چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ

اور امام محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

(وقال الشافعي رحمه الله: لا يجوز) وبه قال مالك وأحمد - (۲۰)

یعنی، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز

نہیں اور یہی امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث شریف کی بنا پر عدم

جواز کے قائل ہیں اور وہ حدیث شریف یہ ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكَحُ - (۲۱)

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا

نکاح کروائے۔

اس حدیث شریف میں دو مقام پر ”ینکح“ مذکور ہے لیکن ان دونوں کو الگ الگ

اعراب کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ اس طرح کہ پہلے ”يَنْكِحُ“ میں ”یا“ پر زبر اور

”کاف“ کو زیر کے ساتھ پڑھیں گے جبکہ دوسرے ”يُنْكَحُ“ میں ”یا“ پر پیش اور ”کاف“ کو

زیر دے کر پڑھیں گے۔

چنانچہ امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن حسین بن علی بن رسلان مقدسی رملی

شافعی متوفی ۸۴۴ھ لکھتے ہیں: بفتح الياء وكسر الكاف بضم الياء وكسر

(۲۰) الهداية وشرحه البناية شرح الهداية، كتاب النکاح، فصل: فی بیان المحرمات، ۴۷/۵

(۲۱) سنن أبي داود، كتاب المناسک، باب المحرم يتزوج، برقم ۲۸۹۱/۲، ۲۸۹۰-۲۹۰

یعنی، (لَا يَنْكَحُ) ”یا“ کے فتح اور ”کاف“ کے کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے.....
(وَلَا يَنْكَحُ) ”یا“ کے ضمہ کے ساتھ اور ”کاف“ کو زیر کے ساتھ پڑھیں گے۔
اور فقہاء کرام کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یہی حدیث امام شافعی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی دلیل ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ
لکھتے ہیں: لَه قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: ”لَا يَنْكَحُ الْمَحْرَمَ وَلَا يَنْكَحُ“۔ (۲۳)
یعنی، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل حضور علیہ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کا فرمان ہے
کہ: محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے۔

قاضی القضاة ابوالولید احمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحنے ثقفی حلبی حنفی
متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَجُوزُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا يَنْكَحُ
الْمَحْرَمَ وَلَا يَنْكَحُ۔ (۲۴)

یعنی، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ محرم اور محرمہ کو نکاح کرنا جائز
نہیں حضور علیہ السلام کے فرمان کی وجہ سے کہ محرم نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا
نکاح کروائے۔

واضح رہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف پر دلالت کرنے والے اس

(۲۲) شرح سنن أبی داود لابن رسلان، کتاب المناسک، باب المحرم يتزوج، تحت الحديث ۱۸۴۱،
۴۳۸/۸-۴۳۹

(۲۳) الهدایہ شرح بداية المبتدی، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۲۲۸/۲-۱

(۲۴) لسان الحکام فی معرفة الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا یحل أن یجمع بین

الأختین بنکاح، ص ۱۸۶

حدیث شریف میں نکاح بمعنی ”وطی“ لیں گے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ
لکھتے ہیں: وما رواه محمود علی الوطاء۔ (۲۵)
اور جو انہوں (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۲۶) نے روایت کیا ہے تو یہ (در اصل)
وطی پر محمول ہے۔

قاضی القضاة ابوالولید احمد بن محمد بن محمد لسان الدین ابن شحنے ثقفی حلبی حنفی
متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: وَمَا رَوَاهُ مَحْمُودُ عَلَى الْوُطْءِ۔ (۲۷)
یعنی، جو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے تو وطی پر محمول ہے۔

اور علامہ عبدالغنی بن طالب بن حمادہ غلبی دمشقی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: وما
روی من قوله صلى الله عليه وسلم (لَا يَنْكَحُ الْمَحْرَمَ وَلَا يَنْكَحُ) محمول علی
الوطء كما فی "الهدایة"۔ (۲۸)

یعنی، جو روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے روایت کیا گیا ہے کہ محرم نہ
نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے۔ یہ وطی (یعنی ہمبستری) پر محمول ہے
جیسا کہ "ہدایہ" میں ہے۔

لہذا اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ محرم نہ وطی کرے اور نہ ہی وطی کروائے۔

(۲۵) الهدایہ شرح بداية المبتدی، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۲۲۸/۲-۱

(۲۶) كما فی البناية شرح الهدایة، کتاب النکاح، فصل: فی بیان المحرمات، تحت
قوله: وما رواه، ۴۹/۵، وفیه: أی ما رواه الشافعی رحمه الله

(۲۷) لسان الحکام فی معرفة الأحکام، الفصل الثالث عشر: فی النکاح، مطلب: ولا یحل أن یجمع بین
الأختین بنکاح، ص ۱۸۶

(۲۸) الباب فی شرح الكتاب، کتاب النکاح، ص: ۱-۲، ۱۴۴/۲۰۳

اور آخر میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف پر دلالت کرنے والی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی حدیث پر جمہور نے کئی جوابات دیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابورافع وغیرہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے حالت احرام کے بغیر نکاح کیا تھا اور وہ اس معاملہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ یہ انہی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں ”محرم“ سے مراد حرم ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے قول اور فعل میں تعارض ہے اور جب قول و فعل میں تعارض ہو تو صحیح قول کے مطابق اصولیین کے نزدیک قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

چنانچہ امام یحییٰ بن شرف نووی دمشقی شافعی متوفی ۶۷۷ھ لکھتے ہیں: وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالْكُوفِيُّونَ: يَصِحُّ نِكَاحُهُ لِحَدِيثِ قِصَّةِ مَيْمُونَةَ وَأَجَابَ الْجُمْهُورُ عَنْ حَدِيثِ مَيْمُونَةَ بِأَجْوَبَةٍ: أَصَحُّهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا تَزَوَّجَهَا حَلَالًا هَكَذَا رَوَاهُ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ. قَالَ الْقَاضِي وَغَيْرُهُ: وَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا مُحْرَمًا إِلَّا ابْنُ عَبَّاسٍ وَحْدَهُ، وَرَوَتْ مَيْمُونَةُ وَأَبُو رَافِعٍ وَغَيْرُهُمَا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَهُمْ أَعْرَفُ بِالْقِصَّةِ لِتَعَلُّقِهِمْ بِهِ بِخِلَافِ ابْنِ عَبَّاسٍ.... الجواب الثاني تأويل حديث بن عباس على أنه تزوجها في الحرم وهو حلال، ويقال لمن هو في الحرم مُحْرَمٌ وإن كان حلالاً وهي لغة شائعة معروفة ومنه البيت

المشهور”قتلوا ابن عَفَّانَ الْخَلِيفَةَ مُحْرَمًا أَي فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ. وَالثَّالِثُ: أَنَّهُ تَعَارَضَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ. وَالصَّحِيحُ حِينَئِذٍ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ تَرْجِيحُ الْقَوْلِ.... وَالرَّابِعُ: جَوَابُ جَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ فِي حَالِ الْإِحْرَامِ وَهُوَ مِمَّا خُصَّ بِهِ ذُو الْأُمَةِ وَهَذَا أَصَحُّ الْوُجْهِينَ عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔ (۲۹)

یعنی، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کوئی حضرات فرماتے ہیں کہ اُس کا حالت احرام میں نکاح کرنا حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصہ کی وجہ سے صحیح ہے اور جمہور نے اس حدیث میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جوابات دیئے ہیں جن میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نے ان سے حالت احرام میں نکاح نہ فرمایا تھا اسی طرح اکثر صحابہ نے روایت کیا ہے اور قاضی وغیرہ نے فرمایا کہ مروی نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا ہو مگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تنہا مروی ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابورافع وغیرہما نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام کے علاوہ نکاح فرمایا تھا اور وہ اس معاملہ کے انہی کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے زیادہ جاننے والے ہیں بخلاف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے..... اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں تاویل ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حرم میں اس حال میں نکاح فرمایا تھا کہ جب آپ حالت احرام میں نہ تھے اور جو حرم میں ہوتا ہے اُسے بھی محرم کہا جاتا ہے اگرچہ وہ

(۲۹) صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم، وکراہۃ خطبتہ، تحت

غیر محرم ہو اور یہی لغوی اعتبار سے معروف ہے اور مشہور شعر بھی ہے کہ انہوں نے ”ابن علقان خلیفہ کو محرم یعنی حرمِ مدینہ میں قتل کیا اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب قول و فعل میں تعارض ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس وقت اصولیین کے نزدیک قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے..... اور چوتھا جواب ہمارے اصحاب کی جماعت کی جانب سے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حالتِ احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنا آپ ہی کے ساتھ خاص ہے نہ کہ اُمت کے ساتھ اور یہ ہمارے نزدیک دو وجہوں میں سے زیادہ صحیح ہے۔

اور ان جوابات کو پڑھ کر حنفی مقلد بھی تذبذب کا شکار ہو سکتا ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے امام کے مذہب کی نصرت کی خاطر ان جوابات کا رد لکھیں اور یہ بالترتیب درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قصہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ جانتی ہیں کیونکہ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملے میں اور اس کے علاوہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرتبہ کو نہیں پہنچتیں اور ساتھ اس کے کہ صحابہ کرام کی جماعت سے روایت کیا گیا ہے کہ جس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کو تائید و موافقت حاصل ہوتی ہے۔

(۲) محرم کی تاویل حرم سے کرنا درست نہیں کیونکہ ”بخاری شریف“ کی روایت میں ہے کہ ”حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا اور آپ کو اپنے گھر لائے اس حال میں کہ آپ غیر محرم تھے“ اس حدیث شریف میں محرم اور غیر محرم الگ الگ مذکور ہے جو اس پر دال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی

روایت میں محرم سے مراد حرم نہیں ورنہ پھر اس حدیث میں لفظ محرم اور لفظ حلال علیحدہ علیحدہ کیوں ذکر ہوئے۔

(۳) قول و فعل میں تعارض کے وقت قول کو ترجیح دینے میں خود اصولیین کا اتفاق نہیں ہے کیونکہ اس میں ان کا اختلاف ہے۔

(۴) اس دعویٰ کے ثبوت پر دلیل کی حاجت ہے۔

چنانچہ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: أَجَابَ عَنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِأَرْبَعَةِ أَحْوَابٍ نَصْرَةَ لِمَذْهَبِ إِمَامِهِ،..... فَالْجَوَابُ عَنْ الْأَوَّلِ: كَيْفَ يَحْكُمُ بِأَنَّ مَيْمُونَةَ أَعْرَفَ بِالْقَضِيَةِ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا تَلْحَقُ مَيْمُونَةُ ابْنَ عَبَّاسٍ فِي هَذِهِ الْقَضِيَّةِ وَفِي غَيْرِهَا؟ وَمَعَ هَذَا رُوِيَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَا يُوَافِقُ فِي ذَلِكَ رِوَايَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَهُوَ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَأَنْسُ بْنُ مَالِكٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةُ وَمَعَاذُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي ”مُصَنَّفِهِ“: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَرَى بِتَزْوِيجِ الْمُحْرَمِ بَأْسًا، وَرَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُزَيْمَةَ عَنْ حجاج عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُحْرَمُ. وَأَثَرُ أَنْسُ بْنُ مَالِكٍ أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا رُوحُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَدْيِكٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنْسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ نِكَاحِ الْمُحْرَمِ، قَالَ: وَمَا بَأْسُ بِهِ، هَلْ هُوَ إِلَّا كَالْبَيْعِ؟ وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ. وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا كَامِلُ أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ، قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرَمٌ، وَكَذَلِكَ أَخْرَجَ الطَّحَاوِيُّ حَدِيثَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا،: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ مُحْرَمٌ. وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ إِلَى آخِرِهِ نَحْوَهُ..... عَنْ عَائِشَةَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ مُحْرَمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرَمٌ..... وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ: وَالَّذِينَ رَوَوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ مُحْرَمٌ أَهْلَ عِلْمٍ، وَتَبَتِ أَصْحَابُ ابْنِ عَبَّاسٍ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَعِكْرِمَةُ وَجَابِرُ بْنُ زَيْدٍ، وَهَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ فُقَهَاءُ يَحْتَجُّ بِرَوَايَاتِهِمْ وَأَرَاءِهِمْ، وَالَّذِينَ نَقَلُوا مِنْهُمْ فَكَذَلِكَ أَيْضًا مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَأَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ فَهَؤُلَاءِ أَيْضًا أَئِمَّةٌ يَفْتَدَى بِرَوَايَاتِهِمْ..... وَالْجَوَابُ عَنِ الثَّانِي:..... فَلَفِظَ الْبُخَارِيُّ: أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ مُحْرَمٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَالًا، يَذْفَعُ هَذَا التَّفْسِيرَ وَيُبْعِدُهُ. وَالْجَوَابُ عَنِ الثَّالِثِ: وَهُوَ قَوْلُهُ بِأَنَّهُ فَعَلَهُ مَعَارِضُ إِلَى قَوْلِهِ: يَرْجَحُ الْقَوْلُ، أَنَّهُ لَيْسَ مِمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْأَصُولِيُّونَ، فَإِنَّ فِيهِ خِلَافًا. وَالْجَوَابُ عَنِ الرَّابِعِ: إِنَّهُ دَعَا فِيحْتَاجُ إِلَى بَرَهَانٍ. وَقَالَ الطَّبْرِيُّ: الصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ عِنْدَنَا أَنَّ نِكَاحَ الْمُحْرَمِ فَاسِدٌ لِحَدِيثِ عُثْمَانَ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَأَمَّا قِصَّةُ مَيْمُونَةَ فَتَعَارَضَتْ الْأَخْبَارُ فِيهَا. (۳۰)

یعنی، (علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں) میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دیئے گئے جوابات کے (رد میں) چار جوابات اپنے امام کے مذہب کی نصرت کے لئے دیتا ہوں..... پس پہلے کا جواب یہ ہے کہ اس بات کا کیسے حکم لگایا گیا کہ حضرت ميمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملے کو حضرت ابن عباس سے زیادہ جانتی ہیں اس حال میں کہ حضرت ميمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملے میں اور اس کے علاوہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرتبہ کو نہیں پہنچتیں؟ اور ساتھ اس کے کہ صحابہ کی جماعت سے روایت کیا گیا ہے جو کہ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے موافق ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت معاذ اور ابو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے ابن ابی شیبہ اسے اپنی ”مصنف“ میں لائے: کہ ہمیں وکیع نے جریر بن حازم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا انہوں نے سلیمان اعمش سے روایت کیا انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ محرم کو نکاح کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے، اور اسے امام طحاوی نے محمد بن خزیمہ سے روایت کیا انہوں نے حجاج سے روایت کیا ہے انہوں نے جریر بن حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے سلیمان اعمش سے روایت کیا ہے انہوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ بے شک ابن مسعود محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے اور انس بن مالک کی حدیث اسے امام طحاوی لائے ہیں کہ ہمیں بیان کیا ہے روح بن فرج نے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ہے احمد بن صالح انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ابن ابی فدیك نے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر نے بیان فرمایا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے انس بن مالک کو محرم

کو نکاح کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں کیا یہ بیع کی مثل نہیں اور یہ اسناد صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع ہے اسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ ہمیں سلیمان بن شعیب نے بیان کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خالد بن عبد الرحمن نے بیان کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کامل ابو العلاء نے ابوصالح نے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح فرمایا ہے اور اسی طرح امام طحاوی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لائے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن خزیمہ نے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلى بن اسد نے بیان کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو عوانہ نے مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے انہوں نے ابو الضحیٰ سے روایت کیا ہے انہوں نے مسروق سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے احرام میں نکاح فرمایا ہے اور اس حدیث کو امام بیہقی بھی علی بن عبد العزیز کی حدیث سے لائے ہیں کہ ہمیں بیان کیا معلى بن اسد نے (اور) اس کے آخر تک پچھلی کے مثل ہے..... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے حالت احرام میں نکاح فرمایا ہے اور حالت احرام میں حجامہ فرمایا ہے..... اور امام طحاوی نے فرمایا کہ جنہوں نے حالت احرام میں نکاح کرنے کو ذکر فرمایا ہے تو وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل علم اصحاب ہیں (اور وہ) سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاوس، مجاہد، عکرمہ، اور جابر بن زید ہیں اور یہ تمام ایسے فقہاء ہیں کہ جن کی روایات اور آراء سے جت پکڑی جاتی ہے اور جنہوں نے ان سے

نقل کیا ہے وہ ان ہی کی مثل ہیں (اور وہ) عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، عبد اللہ بن ابی نجیح ہیں پس یہ بھی وہ ائمہ ہیں کہ جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے..... دوسرے کا جواب..... پس بخاری کے لفظ ”حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا اور آپ کو اپنے گھر لائے اس حال میں کہ آپ غیر محرم تھے“ اور یہ تفسیر اس تاویل کو دفع کرتی ہے اور اسے بعید ٹھہراتا ہے اور تیسرے کا جواب یہ ہے کہ جمہور کا قول کہ حضور علیہ السلام کا فعل آپ کے قول کے معارض ہے تو قول کو ترجیح حاصل ہوگی بے شک یہ اُس میں سے نہیں کہ جس پر اصولیین کا اتفاق ہو بلکہ اس میں اختلاف ہے اور چوتھے کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ میں دلیل کی حاجت ہے اور امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک درست قول یہی ہے کہ محرم کا نکاح حضرت عثمان کی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے فاسد ہے اور بہر حال حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصہ تو اس میں تعارض ہے۔

باقی رہی بات رخصتی کی تو یہ جائز ہے کہ کیونکہ ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس فتویٰ میں ”مختصر الطحاوی“ کی ذکر کردہ عبارت میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ حالت احرام میں ہوتے ہوئے ہمبستری اور عورت کو بشہوت چھونا حرام ہے کیونکہ یہ ممنوعات احرام سے ہیں۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: والجماع، وودو اعیہ كالقبلة واللّمس والمفاخذة والمعانقة بشهوة۔ (۳۱)

یعنی، حالت احرام میں جماع اور جماع کی طرف بلانے والے کام حرام ہیں جیسے (۳۱) لباب المناسک وعباب المسالك، باب الإحرام: شرائط صحته وواجباته وسننه ومستحباته، فصل فی محرمات الإحرام، ص ۹۶

بوسہ دینا، چھونا، رانوں پر جمنا اور گلے لگانا (جب کہ آخری چاروں باتیں) شہوت کے ساتھ ہوں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٦ ربيع الآخر ١٤٤٠ هـ - ١٣ دسمبر ٢٠١٨ م

FU-63

حالتِ احرام میں کریم لگنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالتِ احرام میں کسی الرجی کے مریض کو کریم لگانا ضروری ہو اور اس میں خوشبو بھی ہو تو کیا کرے اور اگر کسی نے حالتِ احرام میں کریم لگانے کے ارادے سے ہاتھ لگایا پھر اسے یاد آگیا یا کسی نے یاد دلادیا کہ حالتِ احرام میں یہ ممنوع ہے اور اس نے لگائے بغیر ہی ہاتھ صاف کر لیے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: C/O مفتی عبدالرحمن، عزیز، مکہ مکرمہ)

(السائل: ڈاکٹر محمد ساحل اشرفی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: - صورتِ مسئلہ میں جاننا چاہیے کہ کریم میں موجود خوشبو دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو وہ آگ میں پکائی ہوئی ہوگی یا نہیں اول صورت میں اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ جب کسی شے کو آگ میں ڈال کر پکالیا جائے تو اُس پر خوشبو کا حکم نہیں لگے گا اور دوسری صورت میں اگر خوشبو ملنے والی چیز سے زائد ہو تو غلبہ کا حکم ہوگا اگرچہ خوشبو ظاہر نہ ہو اور اگر خوشبو ملنے والی چیز سے زائد نہ ہو تو پھر غلبہ کا حکم نہ ہوگا اور یہ بات واضح رہے کہ غلبہ ہونے کی صورت میں دم لازم ہوگا ورنہ دم لازم نہ ہوگا بلکہ صدقہ کی ادائیگی کرنا واجب ہوگا۔

الطیب بغيره على وجوده؛ لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أو لا ففي الأول لا حكم للطيب سواء كان غالباً أم مغلوباً، وفي الثاني الحكم للغلبة: إن غلب الطيب وجب الدم، وإن لم تظهر رائحته كما في ”الفتح“، وإلا فلا شيء عليه غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره، وإن خلط بمشروب فالحكم فيه للطيب سواء غلب غيره أم لا غير أنه في غلبة الطيب يجب الدم، وفي غلبة الغير تجب الصدقة إلا أن يشرب مراراً فيجب الدم۔ (۳۲)

یعنی، تو جان کہ بے شک خوشبو کا ملنا چند وجوہات پر ہے کیونکہ یا تو اُسے پکے ہوئے کھانے کے ساتھ ملایا گیا ہوگا (یعنی اُسے کھانے میں ڈال کر پکایا گیا ہوگا) یا نہیں پس پہلی صورت میں خوشبو کا حکم نہیں ہے چاہے خوشبو غالب ہو یا مغلوب اور دوسری صورت میں (یعنی اگر کھانے میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو) اگر خوشبو غالب ہو تو غلبہ کا حکم ہے اور (اس صورت میں) دم واجب ہوگا اگرچہ اُس کی خوشبو ظاہر نہ ہو جیسا کہ ”فتح القدیر“ میں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں علاوہ اس کے کہ جب اُس کے ساتھ خوشبو پائی جائے تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے پینے والی چیزوں میں خوشبو ملائی تو اس میں خوشبو کا حکم ہے چاہے اُس کا غیر غالب ہو یا نہیں سوائے اس کے کہ خوشبو کے غالب ہونے میں دم واجب ہوگا اور غلبہ نہ ہونے میں صدقہ واجب ہوگا مگر یہ کہ وہ بار بار لگائے (تین بار یا اس سے زائد) تو دم واجب ہوگا۔

البتہ اگر کوئی ایسی کریم موضعِ زخم پر بطور دوا لگائے کہ جس میں بغیر پکی خوشبو ملی ہو تو اُسے دم کے بجائے صدقہ دینا ہوگا اگرچہ اُس میں موجود خوشبو غالب ہو۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں: (ولو تداءى بالطيب) أى المحض الخالص (أو بدواء فيه طيب) أى غالب ولم يكن مطبوعاً لما سبق (فالتصق) أى الدواء (على جراحته: تصدق) أى إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضواً أو أكثره (إلا أن يفعل ذلك مراراً فيلزمه دم) لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب - (۳۳) یعنی، اگر کسی نے خالص خوشبو بطورِ دوا لگائی یا ایسی دوا لگائی کہ اُس میں غالب خوشبو ملی ہو اور پکی ہوئی نہ ہو (تو اگر) کسی نے اسے دوا کے طور پر اپنے زخم پر لگایا تو وہ صدقہ ادا کرے جبکہ اُسے خاص زخم کی جگہ لگایا ہو نہ کہ مکمل یا اکثر عضو کو (لیکن اگر) وہ یہ فعل بار بار کرے تو اُسے دم لازم ہوگا کیونکہ فعل کی کثرت بہت سی خوشبو کے قائم مقام ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-23

يوم الجمعة، ۶ ذوالحجّة، ۱۴۳۹ھ - ۱۷، أغسطس، ۲۰۱۸م

میقات

حائضہ جب احرام کی نیت سے میقات پر تلبیہ کہہ لے تو کیا حکم ہوگا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ”ہندوستان“ سے ”مدینہ طیبہ“ گئی اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد عمرہ کے ارادے سے ”مکہ مکرمہ“ روانہ ہوئی لیکن میقات آنے سے قبل ہندہ کو حیض آ گیا پھر جب ہندہ میقات پر پہنچی تو نہ اُس نے نماز پڑھی اور نہ ہی احرام باندھا لیکن اس نے تلبیہ پڑھ لی تو اب کیا ہندہ کو دم

(۳۳) أبواب المناسك و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات وأنواعها، النوع

الثاني: في الطيب، ص ۴۵۲

دینا لازم ہوگا یا نہیں، واضح رہے کہ جب ہندہ ”مکہ معظمہ“ شریف پہنچ گئی تو وہاں وہ کچھ دن رہنے کے بعد پاک ہو گئی تو اب کیا وہ عمرہ کر سکتی ہے یا نہیں برائے کرم جلد از جلد اس کا جواب عطا فرمائیں؟ (السائل: محمد زبیر کاتی نیپالی)

باسمہ تعالیٰ وتقدير الجواب: - صورت مسئلہ میں اگر ہندہ نے احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ کہا تھا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اس سبب سے وہ احرام والی ہو گئی، لہذا ہندہ کو چاہیے کہ وہ پاک ہو جانے کے بعد اسی احرام کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کرے۔ لیکن اگر ہندہ نے میقات پر احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ نہیں کہا تھا تو وہ احرام والی نہ ہوئی، لہذا ہندہ پر توبہ کے ساتھ دو میں سے ایک کام کرنا لازم ہے اور وہ یہ کہ ہندہ مواقیت میں سے کسی بھی میقات کی جانب لوٹ کر احرام باندھے اور اس کے بعد پاکی کی حالت میں عمرہ کرے یا پھر میقات تجاوز کرنے کے سبب سے دم کی ادائیگی کرے اور پاک ہو جانے کے بعد عمرہ بھی کرے۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی بن سلطان قاری حنفی

متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں: (من جاوز وقته غير محرم)..... (ثم أحرم) أى بعد المجاوزة (أولاً) أى لم يحرم بعدها (فعليه العود) أى فيجب عليه الرجوع (إلى وقت) أى إلى ميقات من المواقيت (وإن لم يعد) أى مطلقاً (فعليه دم) أى لمجاوزة الوقت - (۳۴)

یعنی، جس نے اپنی میقات سے بلا احرام تجاوز کیا تو اُس نے میقات تجاوز کر کے احرام باندھا ہوگا یا نہیں دونوں صورتوں میں اُس پر مواقیت میں کسی ایک میقات کی طرف

(۳۴) أبواب المناسك و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب المواقيت، فصل في مجاوزة

المیقات بغیر إحرام، ص ۱۱۸ - ۱۱۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لوٹنا واجب ہوگا اور اگر وہ مطلقاً نہ لوٹے تو اُس پر میقات سے تجاوز کرنے کے سبب سے دم لازم ہوگا۔

لیکن افضل یہ ہے کہ جس میقات کو بغیر احرام کے تجاوز کیا ہو تو اُسی کی جانب لوٹ کر احرام باندھا جائے تاکہ عین کو مثل کے ذریعے پانا لازم نہ آئے۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: لکن الأفضل أن يحرم من ميقاته ذلك ليكون مستدرك العين بالعين ، لا العين بالمثل ، فكان أفضل - (۳۵)

لیکن افضل یہ ہے کہ وہ اُسی میقات سے احرام باندھے تاکہ عین کا پانا عین کے ساتھ ہو جائے نہ کہ عین کا پانا مثل کے ساتھ ہو پس یہ افضل ہے۔

اور جب ہندہ موافقت میں سے کسی بھی میقات (جیسے طائف کی جانب دوسروں کے مقابلے میں قریب ہی دو میقات ہیں ایک ”وادی محرم“ دوسری ”السیل الكبير“) سے لوٹنے کے بعد وہاں سے احرام باندھ لے گی تو اس پر لازم آنے والا دم بالا جماع ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ قاضی مفتی مکرمہ امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ولو جاوز الميقات ولم يحرم حتى عاد وأحرم منه سقط عنه الدم بالإجماع - (۳۶)

یعنی، اگر کسی نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا یہاں تک کہ وہ لوٹا اور اُس

(۳۵) المسالك في المناسك ، القسم الثاني: في بيان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك ، فصل في أحكام مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ۳۱۰-۳۱۱

(۳۶) البحر العميق، الباب السادس: في المواقيت، فصل في مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ۶۲۰/۱

نے میقات سے احرام باندھ لیا تو بالا جماع اُس سے دم ساقط ہو گیا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-10

یوم السبت ۱۰ جمادی الأول ۱۴۴۰ھ - ۱۵ فروری ۲۰۱۸م

بلا احرام میقات تجاوز کر کے عمرہ ادا کئے بغیر آفاق لوٹ جانے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم عمرہ کر چکا پھر میقات سے باہر گیا اور واپسی پر حج یا عمرہ کے ارادے کے بغیر بلا احرام حرم میں آیا یعنی اُس نے نہ عمرہ کا احرام باندھا اور نہ ہی عمرہ کیا اس وجہ سے کہ اس کی طبیعت صحیح نہ تھی اس کے لیے چلنا مشکل تھا، پھر اپنے وطن چلا گیا، اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا دم لازم ہوگا اور عمرہ بھی کرنا ہوگا؟ (السائل: ڈاکٹر محمد ساحل شکروی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقديس الجواب :- صورت مسئلہ میں مذکور محرم چونکہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کر کے مکہ مکرمہ آیا اور اس کے بعد بغیر عمرہ ادا کئے اپنے وطن لوٹ گیا تو اس پر عمرہ کی قضاء کے ساتھ ساتھ دم بھی لازم ہوگا۔ کیونکہ حرم کو جانے والا جب میقات سے گزرتا ہے تو اُس پر حج یا عمرہ میں سے ایک نسک لازم آ جاتی ہے۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے: إِذَا دَخَلَ الْآفَاقِي مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ وَهُوَ لَا يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَعَلَيْهِ لِدُخُولِ مَكَّةَ إِمَّا حَجَّةً أَوْ عُمْرَةً - (۳۷)

یعنی، جب آفاقی مکہ میں بغیر احرام کے اس حال میں داخل ہو کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اُس پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ لازم ہوگا۔

پس جب کوئی شخص بلا احرام مکہ مکرمہ آ گیا اور اُس نے حج یا عمرہ بھی ادا نہ کیا اور چلا

(۳۷) الفتاوی الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر: في مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ۲۵۳/۱

گیا تو اُس نے حج یا عمرہ کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس پر اس کی قضاء لازم آئی اور وہ احرام باندھے بغیر میقات سے گزر کر مکہ مکرمہ آیا تو اُس نے میقات کے حق کو بھی چھوڑا جس کی وجہ سے اُس پر ایک دم لازم آیا کیونکہ مکہ مکرمہ جانے والے کو میقات سے بلا احرام گزرنا جائز نہیں اگر گزر جائے گا تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: لما حرمت عليه المجاوزة بغير إحرام لزمه ما يلزمه بالإحرام ، وذلك حجة أو عمرة۔ (۳۸)

یعنی، جب کسی پر بغیر احرام کے میقات سے گزرنا حرام کیا گیا ہے تو اُسے وہ لازم ہوگا جو اُسے احرام باندھنے کے سبب سے لازم ہوتا ہے اور یہ حج یا عمرہ ہے۔ ہاں اگر ایسا شخص کسی بھی میقات کی جانب حالت احرام کے بغیر لوٹ جاتا پھر وہیں عمرہ کا احرام باندھ لیتا تو اُس پر لازم آنے والا والادام بالاجماع ساقط ہو جاتا۔ اور اگر ایسا شخص حل یا حرم سے احرام باندھ کر لوٹتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک میقات پر جا کر تلبیہ کہنے سے جبکہ صاحبین کے نزدیک صرف میقات کو لوٹ جانے سے لازم آنے دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں: فإذا فات يجب عليه القضاء ويجب الدم لترك حق الوقت وهو التلبية لما مر۔ (۳۹)

(۳۸) المسالك في المناسك ، القسم الثاني: في بيان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك ،

فصل في أحكام مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ۱/ ۳۱۰-۳۱۱

(۳۹) المسالك في المناسك ، القسم الثاني: في بيان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك ،

فصل في أحكام مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ۱/ ۳۱۰-۳۱۱

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں: فإن عاد إلى الميقات وأحرم ولبي سقط عنه الدم خلافاً لهما على ما يأتي ، سواء أتى ذلك الميقات بعينه أو ميقاتاً آخر ، كيف ما كان في ظاهر الرواية ، لأنه ترك ميقاته إلى مثله ، فيجوز لكن الأفضل أن يحرم من ميقاته ذلك ليكون مستدرك العين بالعين ، لا العين بالمثل ، فكان أفضل۔ (۴۰)

پس اگر وہ میقات کی طرف لوٹ گیا اور احرام باندھ لیا اور تلبیہ کہہ لیا تو اُس سے دم ساقط ہو گیا برخلاف صاحبین کے اس پر کہ جو آئے گا (اور) برابر ہے کہ یہ (لوٹنے والا) اُسی میقات کو آئے (جس سے تجاوز کیا ہے) یا دوسری میقات کو اور ظاہر الروایہ کے مطابق جیسے بھی ہو (یعنی اپنی میقات کو آئے یا دوسری کو) ہے کیونکہ اُس نے اپنی میقات کو اس کی مثل کی طرف چھوڑا ہے لہذا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ وہ اُسی میقات سے احرام باندھے تاکہ عین کا پانا عین کے ساتھ ہو جائے نہ کہ عین کا پانا مثل کے ساتھ ہو پس یہ افضل ہے۔

یعنی، پس جب یہ (حج یا عمرہ) فوت ہو جائے تو اُس پر قضاء لازم آتی ہے اور میقات کے حق کو چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم آتا ہے اور وہ (میقات کا حق میقات سے حج یا عمرہ کے احرام کی نیت سے) تلبیہ (کہنا) ہے جیسا کہ (پہلے) گزرا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-46

يوم الثلاثاء، ٢٤ ذوالحجة ١٤٣٩ هـ - ٤ سبتمبر ٢٠١٨ م

(۴۰) المسالك في المناسك ، القسم الثاني: في بيان نسك الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك ،

فصل في أحكام مجاوزة الميقات بغير إحرام ، ۱/ ۳۱۰-۳۱۱

بلا احرام میقات سے گزرنے والے پر سے دم کیسے ساقط ہوگا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بلا احرام میقات سے تجاوز کر جائے تو کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ جس کے سبب سے لازم آنے والا دم ساقط ہو جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر ایسا شخص مواقیت میں سے کسی میقات کی طرف لوٹ کر وہاں احرام باندھ لیتا ہے تو ایسی صورت میں اُس پر لازم آنے والا دم بالا جماع ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ قاضی ومفتی مکہ مکرمہ امام أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ولو جاوز الميقات ولم يحرم حتى عاد وأحرم منه سقط عنه الدم بالإجماع - (۴۱)

یعنی، اگر کسی نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا یہاں تک کہ وہ لوٹا اور اُس نے میقات سے احرام باندھ لیا تو بالا جماع اُس سے دم ساقط ہو گیا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مؤلف علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں: (من جاوز وقته غير محرم) أي ميقاته الذي وصل إليه سواء كان ميقاته الموضع المعين له شرعاً أم لا (ثم أحرم) أي بعد المجاوزة (أو لا) أي لم يحرم بعدها (فعليه العود) أي فيجب عليه الرجوع (إلى وقت) أي إلى ميقات من المواقیت (وإن لم يعد) أي مطلقاً (فعليه دم) أي لمجاوزة الوقت - (۴۲)

(۴۱) (البحر العميق، الباب السادس: في المواقیت، فصل في مجاوزة الميقات بغیر احرام ۶۲۰/۱)

(۴۲) (لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط، باب المواقیت، فصل في مجاوزة الميقات بغیر احرام،

یعنی، جس نے اپنی میقات سے بلا احرام تجاوز کیا یعنی اُس میقات سے کہ جس کی طرف پہنچا تو برابر ہے کہ اُس کی میقات اُس کے لیے شرعی اعتبار سے معین جگہ ہو یا نہ ہو، پھر اُس نے تجاوز کرنے کے بعد احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اُس پر مواقیت میں کسی ایک میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا اور اگر وہ مطلقاً نہ لوٹے تو اُس پر میقات کو تجاوز کرنے کے سبب سے دم لازم ہوگا۔

اور یہ بات واضح رہے کہ اگر کوئی آفاقی بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حج اور عمرہ کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اُس پر مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حج اور عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا: إِذَا دَخَلَ الْآفَاقِيَّ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ وَهُوَ لَا يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَعَلَيْهِ لِدُخُولِ مَكَّةَ إِمَّا حَجَّةً أَوْ عُمْرَةً - (۴۳)

یعنی، آفاقی جب مکہ مکرمہ اس حال میں داخل ہوا کہ اس کا حج یا عمرہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا تو اس پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ لازم ہے۔

اور اگر کوئی شخص بغیر احرام کے میقات کو تجاوز کرتے وقت عمرہ کا ارادہ رکھتا تھا تو یہ دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اُس نے میقات کے اندر آ کر باندھا ہوگا یا پھر میقات کی طرف لوٹ کر احرام باندھا ہوگا پس اگر وہ میقات کی طرف لوٹا ہے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو وہ حالت احرام ہی میں لوٹا ہوگا یا نہیں پہلی صورت میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اگر وہ میقات پر بلکہ کہہ لیتا ہے تو دم ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ میقات

کے اندر احرام باندھ کر میقات کو لوٹتا ہے اور وہاں لبیک نہیں کہتا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دم ساقط نہ ہوگا لیکن صاحبین (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نزدیک دونوں صورتوں میں (یعنی لبیک کہا ہو یا نہیں) لازم آنے والا دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَمَنْ جَاوَزَ الْمِيقَاتِ وَهُوَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ غَيْرَ مُحَرِّمٍ فَلَا يَخْلُو إِذَا كَانَ يَكُونُ أَحْرَمَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ أَوْ عَادَ إِلَى الْمِيقَاتِ ثُمَّ أَحْرَمَ فَإِنْ أَحْرَمَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ يُنْظَرُ إِنْ خَافَ فَوَتْ الْحَجَّ مَتَى عَادَ فَإِنَّهُ لَا يَعُودُ وَيَمْضِي فِي إِحْرَامِهِ وَلَزِمَهُ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ لَا يَخَافُ فَوَاتَ الْحَجَّ فَإِنَّهُ يَعُودُ إِلَى الْوَقْتِ وَإِذَا عَادَ إِلَى الْوَقْتِ فَلَا يَخْلُو إِذَا كَانَ يَكُونُ حَلَالًا أَوْ مُحَرَّمًا فَإِنْ عَادَ حَلَالًا ثُمَّ أَحْرَمَ؛ سَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ وَإِنْ عَادَ إِلَى الْوَقْتِ مُحَرَّمًا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِنْ لَبَّى سَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ وَإِنْ لَمْ يَلْبُ لَا يَسْقُطُ وَعِنْدَهُمَا يَسْقُطُ فِي الْوَجْهَيْنِ- (۴۴)

یعنی، جو میقات بغیر احرام کے اس حال میں تجاوز کرے کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو تو یہ (دو حال سے) خالی نہ ہوگا یا تو اُس نے میقات کے اندر احرام باندھا ہوگا یا پھر میقات کی طرف لوٹ کر احرام باندھا ہوگا پس اگر اُس نے میقات کے اندر احرام باندھا ہے تو دیکھا جائے گا اگر اُسے لوٹنے پر حج کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ نہ لوٹے اور اُسی احرام میں ارکان کی ادائیگی کرے اور اُسے دم لازم ہوگا اور اگر اُسے حج کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو وہ میقات کی طرف لوٹے اور جب وہ میقات کی طرف لوٹ جائے گا تو وہ (دو حال سے) خالی نہ ہوگا یا تو غیر محرم ہوگا یا محرم تو اگر وہ بغیر احرام کے لوٹ کر پھر

احرام باندھے تو اس سے دم ساقط ہو جائے اور اگر وہ میقات کی طرف حالت احرام میں لوٹا ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اُس نے (میقات پر) لبیک کہہ لیا تو اُس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر لبیک نہیں کہا تو دم ساقط نہ ہوگا اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ) کے نزدیک دونوں صورتوں میں دم ساقط ہو جائے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-39

یوم الجمعة، ۱۷، ذوالحجۃ، ۱۴۳۹ھ - ۲۸ اگست ۲۰۱۸ء

حج

حج کے بعد دودن آنے والے خون کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عورت کے کو اگر عادت کے مطابق حیض آتا ہے اور وہ دس دن تک رہتا ہے۔ لیکن اس بار اُسے حج کے بعد دودن خون آکر بند ہو گیا تو اُس کے لیے کیا حکم شرع ہوگا؟

(سائل: c/o مفتی عبدالرحمن، عزیز، مکہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:۔ صورت مسئلہ میں چونکہ عورت کو دودن خون آکر بند ہو گیا ہے تو اس کے لیے حکم شرع یہ ہے کہ اگر وہ خون کے بند ہو جانے کے وقت سے پندرہ دن مکمل ہونے تک حیض کی اقل مدت کے بعد خون بالکل بھی نہیں دیکھتی تو یہ دودن آنے والا خون حیض شمار نہ ہوگا۔

چنانچہ شیخ محمد بن پیر علی برکوی متوفی ۹۸۱ھ اور علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی

۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: حتی نقص عن اثنين وسبعين ساعة بلحظة (ثم) دام الانقطاع

(ولم تردماً إلى تمام خمسة عشر يوماً لم يكن حيضاً) أما لو عاد قبل تمام خمسة عشر من حين الانقطاع بأن عاد في اليوم العاشر أو قبله كان كلاً حيضاً وإن بعده كانت العشرة فقط حيضاً أو أيام العادة فقط لو معتادة لأن الطهر الناقص كالدّم المتوالي - (٤٥)

یعنی، (خون) یہاں تک کہ بہتر (٤٢) گھنٹے سے ایک لمحہ بھی کم ہو پھر خون منقطع ہو جائے اور وہ خون کو پندرہ دن کے مکمل ہونے تک نہ دیکھے تو وہ حیض نہ ہوگا بہر حال اگر خون وقت انقطاع سے پندرہ دن مکمل ہونے سے قبل لوٹ آئے بایں طور پر کہ وہ دسویں دن میں لوٹ آئے یا اس سے قبل تو وہ مکمل حیض ہوگا اگرچہ اس کے بعد بھی ہو (یعنی جاری رہے) فقط دس دن حیض (شمار) ہوگا یا اگر وہ عادت والی ہو تو فقط عادت کے دن (حیض شمار ہوگا) کیونکہ طہر ناقص پے در پے آنے والے خون کی طرح ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جب ہی حیض ہو بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے - (٤٦)

اور ہم نے دو دن آنے والے خون کو حیض شمار نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض کا خون تین دن اور تین راتوں سے کم نہیں ہوتا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: أَقْلُ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَأَكْثَرُهُ عَشْرَةُ أَيَّامٍ (٤٧)۔
اس حدیث شریف میں کلمہ ایام مذکور ہے جو کہ یوم کی جمع ہے اور یوم

(٤٥) مجموعة رسائل ابن عابدين، الرسالة الرابعة، ٧٧/١

(٤٦) بهار شریعت، کتاب الطہارۃ، حیض کا بیان، ٣٧٢/١

(٤٧) سنن الدار قطنی، کتاب الحيض، برقم: ٢٢٥/١، ٨٣٦

چوبیس (۲۴) گھنٹوں پر مشتمل ہے۔ تو جب ایک یوم کی مدت چوبیس گھنٹے ہے اور اس حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حیض کی کم از کم مدت گھنٹوں کے لحاظ سے بہتر (۷۲) گھنٹے ہے۔

چنانچہ علامہ محمد بن ولی بن رسول از میری حنفی متوفی ۱۱۶۵ھ ”ملتقى الأبحر“ کی عبارت ”وما نقص عن أقله“ کے تحت لکھتے ہیں: وهو اثنان وسبعون ساعة - (٤٨)
یعنی، وہ (اقل مدت) بہتر (۷۲) گھنٹے ہے۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: حیض کی مدت کم سے کم تین دن تین راتیں یعنی پورے ۷۲ گھنٹے، ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حیض نہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں - (٤٩)

تو ثابت ہوا کہ جو خون تین دن سے کم آئے پھر وہ وقت انقطاع سے پندرہ دن مکمل ہونے تک نہ دیکھا جائے تو وہ حیض قرار نہ دیا جائے گا بلکہ اسے اصطلاح شریعت میں استحاضہ سے تعبیر کیا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-34

یوم الثلاثاء، ١٤، ذوالحجۃ ١٤٣٩ھ - ٢٥: أغسطس ٢٠١٨م

عمرہ اپنی طرف سے کر کے حج غیر کی طرف سے کرنے کا حکم
الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اور اس نے عمرہ تو اپنی طرف سے کیا اور جب حج کا احرام باندھا تو اپنے مرحوم باپ کی طرف سے باندھا یعنی ایک ہی سفر میں عمرہ اپنی طرف سے اور حج

(٤٨) کمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر، کتاب الطہارۃ، باب الحيض، ٢١٩/١

(٤٩) بهار شریعت، کتاب الطہارۃ، حیض کا بیان، ٣٧٢/١

دوسرے کی طرف سے کیا تو ایسا کرنے والے پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورتِ مسئلہ میں ایسا کرنا جائز ہے اور ایسا کرنے والے پر کچھ لازم بھی نہ آئے گا۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن کرم خفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ولو اعتمر عن نفسه من الميقات ثم حج عن غيره من مكة، أو حج عن نفسه من الميقات، ثم اعتمر عن غيره من أدنى الحلّ يجوز ولا يجب عليه شيء (۵۰)

یعنی، اگر میقات سے اپنی طرف سے عمرہ کیا پھر مکہ مکرمہ سے حج اپنے غیر کی طرف سے کیا یا میقات سے اپنی طرف سے حج کیا پھر قریبی حل سے عمرہ اپنے غیر کی طرف سے کیا تو جائز ہے اور اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۵، ذو الحجة، ۱۴۳۹ھ - ۱۶، أغسطس، ۲۰۱۸م

FU-21

مدینہ منورہ سے حج قرآن کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دینے پر حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے پاکستان سے مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کیا پھر شیڈول کے مطابق ہم لوگ مدینہ طیبہ چلے گئے وہاں سے واپسی پر حج کے دن قریب تھے اور میں نے ذوالحلیفہ سے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ لیا عزیز یہ آگئے ہمارے گروپ میں منی روانگی سے دو روز قبل گروپ والوں نے ایک عالم دین کو حج تربیت کے لیے بلوایا تھا تربیت کے بعد میں نے یا میرے بارے میں کسی

نے اُن سے پوچھ لیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا قرآن نہیں ہوا جلدی سے جا کر احرام کھول دو اور میں نے اُن کے کہنے پر حلق کروایا اور احرام کھول دیا مجھے ابھی دس گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ ہمارے ایک ساتھی نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے احرام کھولنے سے منع فرمایا ہے برائے مہربانی میری رہنمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں جبکہ مجھے ابھی سب سے کپڑے پہنا بھی صرف دس گھنٹے گزرے ہیں نہ سویا ہوں نہ سر ڈھکا ہے؟

(السائل: محمد یاسر اکاڑہ، حال: عزیز، مکہ مکرمہ، کاروان خفی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورتِ مسئلہ میں مذکور شخص پر دو دم لازم آئیں گے کیونکہ اُس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اُس کے لیے فائدہ ہے کہ قارن جو جرم احرام پر کرے گا اُس میں اُس پر دو جزائیں لازم آتی ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ بن غزی تمر تاشی خفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: کل ما

على المفرد به دم بسبب جنایته على إحرامه فعلى القارن دمان و كذا الحكم فى الصدقة - (۵۱)

یعنی، جس قصور میں احرام پر جنایت کے سبب سے تنہا مفرد باحج پر ایک دم واجب ہوتا ہے تو اس فعل میں قارن پر دو دم واجب ہوتے ہیں (ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا) ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں۔

اس کے تحت علامہ علاؤ الدین ہکفی خفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: یعنی بفعل

شيء من محظوراته لا مطلقاً، إذ لو ترك واجباً من واجبات الحج أو قطع نبات الحرم لم يتعدّد الجزاء، لأنه ليس جنایة على الإحرام - (۵۲)

یعنی، جنائیت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ کہ مطلقاً (ہر طرح کی جنائیت سے) کیونکہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُس پر جزائیں متعدد نہ ہوں گی اس لئے کہ جنائیت احرام پر نہیں۔

یادر ہے کہ دم سرزمین حرم کے ساتھ خاص ہے چاہے دم شکر ہو یا دم جبر۔
چنانچہ شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۴۱۷ھ لکھتے ہیں: ہر دمے
کہ واجب شدہ ذبح آن در حج و عمرہ چنانکہ دم قران و تمتع و جنایت و دم
مجاوزۃ از میقات و دم احصار، پس مکان او حرم است ہر جا کہ باشد از
حرم و ہمیں است حکم دم تطوع۔ (۵۳)

یعنی، ہر دم کہ جس کا ذبح کرنا حج و عمرہ میں واجب ہو جیسے دم قرآن و تمسح اور دم جنایت، اور میقات سے گزرنے کا دم اور دم احصار، پس اس (کے ذبح) کی جگہ حرم ہے، حرم کی کوئی بھی جگہ ہو اور یہی حکم ہے نفلی دم کا۔

اور دس گھنٹوں تک سہلے ہوئے کپڑے پہننے کی وجہ سے دو صدقہ لازم آئے۔ کیونکہ اس نے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھا ہے ایک صدقہ حج کے احرام کی وجہ سے اور دوسرا عمرہ کے احرام کی وجہ سے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: فإِذَا الْبَسَ مَخِيطاً يَوْمًا كَامِلًا، أَوْ لَيْلَةً كَامِلَةً فَعَلِيهِ دَمٌ، وَفِي أَقَلِّ مِنْ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكَذَا لَوْ بَسَ سَاعَةً فَصَدَقَةٌ، وَفِي أَقَلِّ مِنْ سَاعَةِ قَبْضَةٍ مِنْ بَرٍّ۔ (۵۴)

(۵۳) حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب هشتم، در بیان آنچه متعلق است از مناسک منی، فصل چهارم در بیان مسائل متعلقه بمکان ذبح هدا یا و زمان آن، ص ۲۰۴

(٥٤) لباب المناسك و عباب المسالك، باب الجنائيات، النوع الأول: ففي حكم اللبس، ص ١٩٣

(٥٥) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الفصل الثاني في اللبس، ٢٤٢/١

(۵۶) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے، سلعے کیڑے پہننا، ۱/۱۱۶۷

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رات سے دوپہر تک۔ (۵۷)

باقی رہا مدینہ منورہ سے حج قرآن کا احرام تو وہ درست ہے اور اس پر ”فتاویٰ حج و عمرہ“ میں ایک سے زائد فتاویٰ مذکور ہیں مزید یہ کہ علامہ طاہر سنبل حنفی نے ”نزهة المشتاق فی حلّ عمرة المکی والملحق به من الآفاق“ کے نام سے ایک مفصل رسالہ تحریر کیا جسے علامہ قاضی فقیہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نے ”المسلك المتقسط“ پر اپنے حاشیہ میں نقل کیا۔

چنانچہ علامہ طاہر سنبل حنفی لکھتے ہیں: وكذا المکی ومن فی معناه إذا وصل إلى الطائف مثلاً فإنه يصير حكمه فی حال الإحرام كحكمهم، فله أن يدخل إلى مكة فی الأشهر بعمره، وله أن یقرن، كما صرح به كثير من أهل المعتمرات، ففی ”المبسوط“ فی باب المواقیت بعد أن ذكر أنه لا یتمتع المکی ومن وراء المیقات ولا یقرن قال: إلا أن المکی إذا كان بالكوفة، فلما انتهى إلى المیقات قرن بین الحج والعمرة وأحرم بهما، صح ویلزمه دم القران، لأن صفة القران: من یكون حجته وعمرته میقاتیتین یحرم بهما جميعاً معاً، وجدت هنا فی حق المکی فقوله: ”إذا كان بالكوفة“ فیہ إشارة إلى أنه لم یخرج من مكة لأجل القران. وقوله: ”ویلزمه دم القران“ صریح فی أن قرانه یكون مسنوناً، ولا یكون منهياً عنه، وذلك لما مرّ أن من وصل إلى موضع علی وجه مشروع، كان حكمه حكم أهله. وقوله: من یكون حجته وعمرته میقاتیتین أى علی وجه مشروع، وذلك لا یكون إلا للآفاقی ومن الحق به، (۵۷) حاشیہ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، رسالہ انوار البشارہ فی مسائل الحج

کالمکی الواصل إلى الآفاق لا لأجل القران۔ (۵۸)

یعنی، اسی طرح مکی اور جو اس کے معنی میں ہے مثلاً جب وہ طائف پہنچا تو احرام کے لیے اس کا حکم اُن کے حکم کی مثل ہے، تو اُسے اشہر حج میں عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اور اسے قرآن کا احرام جائز ہے جیسا کہ کثیر اہل معتبرات نے اس کی تصریح کی ہے پس ”مبسوط“ کے ”باب المواقیت“ میں یہ ذکر کرنے کے بعد ”کہ مکی اور جو مواقیت کے اندر ہے نہ تمتع کرے گا اور نہ قرآن“ فرمایا مگر مکی جب کوفہ میں ہو پس جب وہ میقات پر پہنچا تو اُس نے حج اور عمرہ کے مابین قرآن کیا اور ان دونوں کا احرام باندھ لیا تو اُس کا احرام درست ہو گیا اور اُسے قرآن کا دم لازم ہو گیا کیونکہ قرآن یہ ہے کہ جس کا حج اور عمرہ دونوں میقاتی ہوں وہ ان دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے جو یہاں مکی کے حق میں پایا جاتا ہے، پس ”مبسوط“ کا قول کہ جب کوفہ میں ہو، اس میں اشارہ ہے کہ وہ مکہ سے قرآن کے لیے نہ نکلا ہو اور ان کا قول کہ ”تو اُسے قرآن کا دم لازم ہے“ یہ اس بات میں صریح ہے کہ اُس کا قرآن مسنون ہوگا اور یہ ممنوع نہ ہوگا، اور وہ اس لیے کہ جو گزرا کہ جو شخص ایسی جگہ مشروع وجہ پر پہنچ گیا تو اس کا حکم وہاں کے لوگوں کی مثل ہوگا اور ان کا قول کہ ”جس کا حج اور عمرہ دونوں میقاتی ہوں“ یعنی مشروع وجہ پر، اور یہ نہیں ہو سکتا مگر آفاقی کے لیے اور جو آفاقی کے حکم میں ہیں جیسے مکی کہ جو آفاق (کسی کام سے) پہنچا ہونہ کہ حج قرآن کے لیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے پاکستانی کا حج قرآن درست اور مسنون ہوگا جو اشہر حج میں مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ کے بعد شیڈول کے مطابق مدینہ طیبہ گیا وہاں سے واپسی پر اُس نے

(۵۸) نزهة المشتاق فی حلّ عمرة المکی والملحق به من الآفاق، فی ضمن إرشاد الساری إلى مناسک

الملا علی القاری، باب التمتع، فصل فی تمتع المکی تحت قوله: فمن تمتع منهم كان عاصياً..... إلخ،

میقات سے قرآن کا احرام باندھا۔

جواز اور عدم جواز کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ طاہر سنبل مکی حنفی لکھتے ہیں: يقول العبد الضعيف: ويمكن الجمع بين الروایتين بأنه إن خرج إلى الكوفة مثلاً في الأشهر قاصداً القرآن لا يجوز قرانه ، لخروجه للإحرام على وجه غير مشروع ، وإن خرج لحاجة ثم رجع فلما انتهى إلى الميقات أراد القرآن ، فإنه يصح قرانه ، لأنه لما وصل إلى الآفاق لا لأجل الإحرام فقد وصل إليها على وجه مشروع ، فإنه لا مانع من خروجه لحاجته ، فجاز له القرآن لأنه صار ملحقاً بهم ، بخلاف ما إذا خرج على وجه غير مشروع بأن خرج لأجل الإحرام قاصداً ترك ميقاته ، فإنه لا يلحق بهم كما مرّ۔ (۵۹)

یعنی، بندہ ضعیف کہتا ہے: دو روایتوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ مثلاً جب کوئی اشہر حج میں حج قرآن کا ارادہ کرتے ہوئے کوفہ جائے تو اُس کا قرآن احرام کے لیے غیر مشروع وجہ پر نکلنے کی وجہ سے درست نہ ہوگا اور اگر وہ حاجت کی وجہ سے نکلا پھر وہ میقات پر پہنچا تو اُس نے قرآن کا ارادہ کیا تو اُس کا قرآن صحیح ہوگا کیونکہ جب وہ آفاق کی طرف پہنچا نہ کہ احرام کے لیے تو تحقیق وہ اس کی طرف مشروع وجہ پر پہنچا ہے تو اُس کا کسی حاجت کے لیے نکلنا منع نہیں ہے پس اُس کے لیے قرآن جائز ہوگا کیونکہ وہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ (حکم میں) ملحق ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ کسی غیر مشروع وجہ پر نکلے بایں طور کہ احرام کے لیے نکلے اور اپنی میقات کو چھوڑنے کا قصد رکھتا ہو تو (اس صورت میں) وہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ (حکم میں) ملحق نہ ہوگا جیسا کہ گزرا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵۹) نزہۃ المشتاق فی حلّ عمرۃ المکی والملحق بہ من الآفاق، فی ضمن إرشاد الساری إلى مناسک الملّا علی القاری، باب التمتع، فصل فی تمتّع المکی تحت قوله: فمن تمتّع منهم كان عاصياً.... إلخ،

حلی کے حج تمتع کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حلی اگر حج تمتع کرنا چاہے تو کیا صورتیں ہو سکتی ہیں؟

(الف): اگر وہ میقات سے باہر ایام حج میں نکلتا ہے تو کیا اس پر آفاقی کے احکام ہوں گے اور وہ ہر قسم کج کر سکتا ہے؟ (السائل: اقبال ضیائی، المدینۃ المنورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقّدر الجواب:- صورت مسئلہ میں حلی کا وہی حکم ہے جو مکی کا ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا: أهل المواقیث ومن دونها إلى مكة في حكم أهل مكة كذا في "السراج الوهاج" (۶۰)

یعنی، اہل مواقیث اور جو اُس کے بعد مکہ مکرمہ تک رہتے ہیں وہ اہل مکہ کے حکم میں ہیں اسی طرح "السراج الوهاج" میں ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۹۰۳ھ لکھتے ہیں۔ ومن كان داخل المواقیث فهو بمنزلة المکی حتی لا یكون له مُتَع ولا قران۔ (۶۱) یعنی، جو مواقیث کے اندر رہتا ہے پس وہ مکی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اس کے لئے نہ حج تمتع ہے اور نہ حج قرآن۔

اور مکی کے لئے تمتع ممنوع ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی نے لکھا اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام حنفی اور علماء ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا: ولیس

لأهل مكة تمتع ولا قران۔ (۶۲)

یعنی، اہل مکہ کے لئے تمتع نہیں ہے اور نہ قران۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: و ليس لأهل مكة وأهل المواقيت ومن بينها وبين مكة تمتع۔ (۶۳)

یعنی، اہل مکہ اور اہل مواقیات اور جو میقات اور مکہ کے مابین رہتا ہے ان سب کے لئے تمتع نہیں ہے۔

امام اعظم اور آپ کے اصحاب کا اس باب میں یہی موقف ہے اور یہ مؤقف فقہاء صحابہ جیسے حضرت علی، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود بارتی حنفی متوفی ۸۶ھ لکھتے ہیں: اعلم أن أهل مكة و من كان الميقات لا تمتع لهم ولا قران عند أبي حنيفة وأصحابه وإمامهم في ذلك علي و عبدالله بن عباس وعبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهم۔ (۶۴)

یعنی، جان لے کہ اہل مکہ اور جو اہل میقات ہیں ان کے لئے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک نہ تمتع ہے اور نہ قران۔ اس مسئلہ میں ان کے امام حضرت علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور فقہائے کرام نے جو کمی میقاتی اور حلی سے تمتع کی نفی کی ہے اس نفی میں دو

(۶۲) الهداية، كتاب الحج، باب التمتع، ۱-۲/۹۱

الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع في القران والتمتع، ۱/۲۳۹

(۶۳) لباب المناسك، باب التمتع، فصل: في تمتع المكي، ص ۱۸۱

(۶۴) العناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولي تدهل مكة إلخ، ۲/۸۶

احتمال ہیں ایک یہ کہ تمتع کے وجود کی نفی اور دوسرا تمتع کے حلال ہونے کی نفی۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: يحتمل نفى الوجود: أى ليس يو جد لهم..... ويحتمل نفى الحل: كما يقال: ليس لك أن تصوم يوم النحر ولا أن تستنفل بالصلاة عند الطلوع و الغروب۔ (۶۵)

یعنی، فقہاء کرام کا یہ قول نفی وجود کا احتمال رکھتا ہے یعنی تمتع ان کے لئے نہیں پایا جاتا..... اور حلال ہونے کی نفی کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تیرے لئے یوم النحر میں روزہ رکھنا جائز نہیں اور نہ ہی طلوع اور غروب کے وقت نفل نماز جائز ہے۔

اور صاحب ”فتح القدير“ (۶۶) امام کمال الدین ابن ہمام، صاحب ”تحفه“ علامہ سمرقندی اور صاحب ”بدائع“ (۶۷) علامہ کاسانی حنفی وغیرہم کے کلام سے پہلے احتمال کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ صاحب ”بحر“ (۶۸) علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ صاحب ”نہر“ (۶۹) علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ، صاحب ”تنوير الأبصار“ (۷۰) علامہ محمد بن عبداللہ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ نے اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۷۱) اور علامہ ملا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ (۷۲)

(۶۵) فتح القدير شرح الهداية، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: وليس لأهل مكة إلخ، ۲/۴۲۸

(۶۶) فتح القدير، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: وليس لأهل مكة تمتع ولا قران، ۲/۴۲۸

(۶۷) بدائع الصنائع، كتاب الحج، ۳/۱۷۲

(۶۸) البحر الرائق، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولا تمتع إلخ، ۲/۶۴۰

(۶۹) النهر الفائق كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولا تمتع ولا قران، ۲/۱۱۰

(۷۰) تنوير الأبصار، كتاب الحج، باب التمتع، ۱۶۵

(۷۱) غنية ذوى الحکام، كتاب الحج، باب القران و التمتع، تحت قول الدرر: لا تمتع له ولا قران، ۱/۲۳۷

(۷۲) المسلك المتقسط في المسك المتوسط، باب التمتع، فصل في تمتع المكي، تحت قوله: وعليه

لإسائه دم، ص ۳۹۹

میں دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اسی طرح لکھا

ہے۔ (۷۳)

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں أقول: وقد كنتُ كتبتُ على هامشها بحثاً حاصله: "أنهم صرحوا بأن عدم الإلمام شرط لصحة التمتع دون القران، وإن إلمام الصحيح مُبطل للتمتع دون القران" ومقتضى هذا أن تمتع المكي باطل" لوجود الإلمام الصحيح بين إحراميه، سواء ساق الهدى أولاً، لأن الآفاقي يصح إلمامه إذالم يسق الهدى وحلق، لأن لا يبقى العودُ إلى مكة مستحقاً عليه، والمكي لا يتصور منه عدم العود إلى مكة لكونه فيها كما صرح به "العناية" وغيرها۔ (۷۴)

یعنی، میں کہتا ہوں میں نے اس پر حواشی لکھے تھے جس کا حاصل یہ ہے کہ "فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ عدم المام صحیح تمتع کے لئے شرط ہے نہ کہ قران کے لئے اور المام صحیح تمتع کو باطل کرتا ہے نہ کہ قران کو" اس کا مقتضی یہ ہے کہ مکی کا تمتع عمرہ اور حج کے مابین المام صحیح کے پائے جانے کی وجہ سے باطل ہے چاہے وہ ہدی لایا یا نہ۔ کیونکہ آفاقی کا المام صحیح ہو جاتا ہے جب وہ ہدی نہ لائے اور (عمرہ کے بعد) حلق کروالے، کیونکہ مکہ کی طرف لوٹنا اس پر واجب نہیں رہتا اور مکی سے مکہ کی طرف نہ لوٹنا متصور نہیں کیونکہ وہ مکہ مکرمہ

(۷۳) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولو قرن أو تمتع... إلخ،

۶۴۶/۳

(۷۴) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: ولو قرن أو تمتع... إلخ،

۶۴۷/۳

میں ہے جیسا کہ "عناہ" (۷۵) وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اس لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اہل مکہ، اہل حلّ اور اہل مواقیت کے لیے

صرف حج افراد ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: وإنما لهم الأفراد

خاصة۔ (۷۶)

یعنی، خاص طور پر ان کے لیے صرف افراد ہے۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ ترمذی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: والمكي ومن في

حكمه يفرد فقط۔ (۷۷)

یعنی، مکی اور جو مکی کے حکم ہے فقط حج افراد کرے گا۔

لہذا اگر کسی مکی، حلی یا میقاتی نے حج تمتع کر لیا تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس

نے بُرا کیا اور وہ گنہگار ہوا اور اس پر دم جبر لازم ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ليس لأهل مكة و

أهل المواقیت ولكن بينها و بین مكة تمتع فمن تمتع منهم كان عاصياً و مسيئاً

وعليه لإساءة ته دم۔ (۷۸)

یعنی، اہل مکہ، اہل مواقیت اور وہ جو مواقیت اور مکہ مکرمہ کے درمیان رہتے ہیں

اُن کے لئے تمتع نہیں ہے یعنی ان میں سے جو تمتع کر لے وہ گنہگار ہے، اساءت کا مرتکب

(۷۵) العناية، کتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: بخلاف المكي، ۸۸/۲

(۷۶) الهداية: کتاب الحج، باب التمتع، ۱-۱۹۱/۲

(۷۷) تنوير الأبصار مع شرح للحصكفي، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۱۶۵

(۷۸) لباب المناسك و عباب المناسك، باب التمتع، فصل: في تمتع المكي، ص ۱۸۱

ہے اور اس پر دم لازم ہے اور یہ دم جبر ہوگا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: ولو قرن أو تمتع جاز وأساء وعليه دم جبر، ولا يجوز له الصوم لو معسراً۔ (۷۹)

یعنی، اگر اس نے قرآن یا تمتع کیا تو جائز ہو اور اس نے بُرا کیا اور اس پر دم جبر ہے اور اُسے روزہ جائز نہیں اگرچہ تنگ دست ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ ”در مختار“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: میقات کے اندر والوں کے لئے قرآن اور تمتع نہیں، اگر کریں تو دم دیں۔ (۸۰)

باقی رہی یہ بات کہ حلیٰ اگر ایام حج میں کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر نکلتا ہے اور واپسی پر میقات سے گزرتے وقت اس کا اولین قصد حل کا کوئی مقام ہے تو بلا احرام آنا جائز ہے اور اگر اولین قصد حرم ہے تو اُسے احرام باندھ کر آنا لازم ہے اور اگر اولین قصد حل ہے تو بلا احرام گزرنا جائز ہوگا اور اگر وہ ایام حج میں عمرہ کا احرام باندھ کر میقات گزرا تو حرم آکر عمرہ ادا کرے گا۔ جب اس نے عمرہ مکمل کیا اور احرام سے فارغ ہو گیا تو اب اُسے اسی سال حج ادا کرنا ممنوع ہوا جیسا کہ حقیقی مکی کے لئے بھی یہی حکم ہے اور اس معاملے میں حقیقی مکی، حلیٰ اور میقاتی تینوں کا ایک ہی حکم ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں اس کی صراحت موجود ہے۔

اور حلیٰ کے لئے صاحب ”ہدایہ“ کے واضح الفاظ ہیں کہ: جو موافقت کے اندر رہتا ہے (یعنی وہ حلیٰ ہے) پس وہ مکی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ نہ اُس کے لئے حج تمتع جائز

(۷۹) الدر المختار، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۱۶۵

(۸۰) بہار شریعت، حج کا بیان، تمتع کا بیان، ۱/۶/۱۱۶۰

ہے اور نہ قرآن۔ (۸۱)

لہذا حلیٰ اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر ایام حج میں نکلتا ہے اور وہ حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے اس پر صرف احرام باندھنے کے مسئلے میں آفاقی کے احکام ہوں گے اُسے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر گزرنا ہوگا۔ باقی میقات سے باہر جانے کی وجہ سے اس کے لئے تمتع یا قرآن جائز نہیں ہوں گے۔ اس لئے وہ میقات سے باہر جانے کے باوجود صرف حج افراد ہی کر سکتا ہے۔ چاہے وہ میقات سے باہر چند لمحوں کے لئے گیا ہو یا مہینوں یا سالوں رہ کر آیا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-12

۲۸ رمضان المبارک، ۱۴۳۹ھ - ۱۳ جون، ۲۰۱۸م

غریب شخص نے فرض حج یا مطلق نیت کے ساتھ حج کیا

تو کیا فرض حج ادا ہو جائے گا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بالغ شخص بہت غریب ہو اور اُس نے حج فرض ادا نہ کیا ہو لیکن وہ کسی سے قرضہ لے کر مطلق نیت یا فرض حج کی نیت کے ساتھ مناسک حج ادا کرے تو کیا ایسے شخص کا فرض حج ادا ہوگا یا نفل؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- صورت مسئلہ میں ایسے شخص کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: لو تكلف الفقير

وحج ونوى حج الفرض أو أطلق، جاز له وسقط عنه فرضه۔ (۸۲)

(۸۱) الہدایہ، کتاب الحج، باب التمتع، ۱-۱۹۱/۲

(۸۲) لباب المناسک و شرحہ المسئل المتقسط فی المنسک المتوسط، باب شرائط الحج، تحت قولہ:

اگر کسی فقیر نے کسی طرح فرض حج کی نیت کر کے مناسک حج ادا کئے یا مطلق نیت کے ساتھ تو اس کے ایسا کرنا جائز ہے اور نہ صرف یہی بلکہ اس سے فرض حج بھی ساقط ہو جائے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-81

يوم السبت، ٥ رمضان المبارك ١٤٤٠ هـ - ١١ مئی ٢٠١٩ م

عمرہ

بچے کی جانب سے عمرہ کرتے ہوئے بچے کا ساتھ ہونا ضروری ہے
الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا بچے کی طرف سے عمرہ کرتے وقت بچے کو ساتھ رکھنا ضروری ہے؟ یا بچہ روم میں ہو تب بھی اُس کی طرف سے عمرہ کر سکتے ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقديس الجواب:- صورت مسئلہ میں بچہ خواہ سمجھدار ہو یا نا سمجھ دونوں صورتوں میں حکم شرع یہی ہے کہ اُس کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ١٠١٣ھ لکھتے ہیں: وأما الطواف فلا بد أن يطوف بنفسه إن كان مميزاً، وإلا فيحمله وليه، ويطوف به، وكذا حكم الوقوف وسائر المأمورات كالسعي ورمي الجمرات۔ (٨٣)

یعنی، بہر حال طواف کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود طواف کرے بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اُس کا سرپرست اُسے اٹھا کر اُس کے ساتھ طواف کرے اور اسی طرح وقوف اور تمام مأمورات (جن کا حکم دیا گیا ہے) کا حکم ہے جیسے سعی اور رمی

(٨٣) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: في إحرام، الصبي، تحت قوله: إلا

ركعتي الطواف، ص ١٥٩

جمرات۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-66

يوم الأحد، ٨ ربيع الآخر ١٤٤٠ هـ - ١٥ دسمبر ٢٠١٨ م

عورت کا بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ چلے جانا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عمرہ کرنے کے لئے گئی اور اُسے مکہ میں داخل ہونے کے بعد عمرہ شروع کرنے سے قبل حیض آ گیا جس کی بناء پر وہ عمرہ کئے بغیر مدینہ منورہ چلی گئی کیونکہ اُس کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ پاک ہو جانے کے بعد عمرہ کرتی تو اب اُس پر کیا حکم عائد ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقديس الجواب:- صورت مسئلہ میں مذکورہ خاتون احرام ہی میں رہے گی پھر جب وہ پاک ہو جائے تو وہاں سے مکہ مکرمہ آئے اور عمرہ کرے اور اسے چاہیے کہ وہ مکہ مکرمہ آتے ہوئے میقات سے نئے عمرے کی نیت نہ کرے کیونکہ وہ بدستور احرام ہی میں ہے ورنہ ایک عمرہ کے ہوتے ہوئے دوسرے عمرے کی نیت ہو جائے گی اور یوں دو احراموں کے مابین جمع کی وجہ سے ایک دم اور ایک احرام کو چھوڑنے کی وجہ سے ایک عمرے کی قضاء اور توبہ کرنی ہوگی کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجيم حنفی متوفی ٩٤٠ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّ فِي الْعُمْرَةِ إِنَّمَا كُرِهَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْإِحْرَامَيْنِ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ جَامِعًا بَيْنَهُمَا فِي الْفِعْلِ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّيهِمَا فِي سَنَةٍ وَاحِدَةٍ۔ (٨٤)

یعنی، عمرہ میں دو احرام کو جمع کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ فعل میں ان دونوں کو جمع

(٨٤) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، باب إضافة الإحرام الى الإحرام، تحت قوله: ومن أحرم

بحج ثم بأخر..... إلخ، ٩١/٣

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنے والا ہو جائے گا اس لئے کہ وہ ان دونوں کو ایک ہی سال میں ادا کرے گا۔
اور یہاں مکروہ سے مراد ”مکروہ تحریمی“ ہے۔

چنانچہ علامہ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ إِحْرَامَيْنِ لِعُمُرَتَيْنِ مَكْرُوهٌ تَحْرِيمًا فَيَلْزَمُ الدَّمُ۔ (۸۵)
یعنی، بے شک دو عمروں کو دو احرام کے درمیان جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے پس (ایسا کرنے والے پر) دم لازم ہوگا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ۱۵ ربيع الأول ۱۴۴۰ھ - ۲۳ نومبر ۲۰۱۸م

FU-62

حالت حیض میں کئے گئے طواف پر لازم آنے والا دم کیسے ساقط ہو؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت پر حالت حیض میں عمرہ ادا کرنے کے سبب دم لازم آجائے اور وہ دم نہ دے سکتی ہو تو کیا ایسی صورت ہے کہ اس پر سے دم ساقط ہو جائے؟

باسمہ تعالیٰ وتقّدر الجواب :- صورتِ مسئلہ میں یاد رہے کہ ایسی عورت پر صرف دم لازم نہیں ہوگا بلکہ گنہگار بھی ہوگی، اور دم ساقط ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایسی عورت حالت حیض میں کیے ہوئے طوافِ عمرہ کو لوٹالے تو اُس سے دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: فرض کے سوا کوئی اور طواف کل یا اکثر جنابت میں کیا تو دم دے اور بے وضو کیا تو صدقہ اور تین پھیرے یا اس سے کم جنابت میں کیے تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ پھر اگر مکہ معظمہ میں ہے تو سب صورتوں میں اعادہ کر لے، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ (۸۶)

(۸۵) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: ومن أتى بعمره..... إلخ، ص ۱۷۱

(۸۶) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے، ۱/۱۷۷

اور وہ اعادہ کرے یا دم دے بہر صورت توبہ کرنی ہوگی کیونکہ اعادہ کرنے یا دم دینے سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وتدارك إثمه وهو التوبة عن المعصية۔ (۸۷)

یعنی، گناہ کا تدارک معصیت سے توبہ کے ذریعے ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-10

۹ ربيع الأول ۱۴۴۰ھ - ۱۷ نومبر ۲۰۱۸م

طواف

مسجد حرام کے گرد طواف کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد حرام کے گرد کا طواف کرنے سے بیت اللہ شریف کا طواف ادا ہو جائے گا یا نہیں کیونکہ بیت اللہ مسجد حرام کے اندر ہے۔ (السائل: احمد ازلمیر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقّدر الجواب: مسجد حرام کے گرد طواف کرنے سے طواف ادا نہ ہوگا۔

چنانچہ فقیہ ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید ولولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ اور ان کے حوالے سے علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی متوفی ۸۶۷ھ نقل لکھتے ہیں: ولا يجزيه خارج المسجد۔ (۸۸)

(۸۷) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب الجنایات وأنواعها، ص ۴۲۲

(۸۸) الفتاوى الولوالجية، كتاب الحج، الفصل الرابع، وأما طواف النحية، ۱/۲۹۴

الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الثالث في تعليم أعمال الحج، برقم ۴۹۲۵، ۳/۹۷۷

یعنی، خارج مسجد طواف جائز نہیں ہے۔

اور مفتی وقاضی مکہ ابوالبقاء ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ولو طاف خارج المسجد لم یصح طوافه بحال۔ (۸۹)
یعنی، اگر مسجد کے باہر سے طواف کیا تو کسی حال میں بھی طواف درست نہ ہوگا۔

اس صورت میں عدم جواز کی وجہ مسجد حرام کی دیواروں کا جائز ہونا ہے۔
چنانچہ شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: فأما إذا طاف من وراء المسجد فكانت حيطانه بينه وبين الكعبة لم یجزه۔ (۹۰)
یعنی، پس بہر حال جب مسجد کے پیچھے سے طواف کیا پس مسجد حرام کی دیواریں اس کے اور کعبہ معظمہ کے درمیان میں ہوں تو اُسے طواف جائز نہ ہوا۔
اور امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: وإن طاف خارج المسجد، و حيطانه بينه وبين الكعبة لم یجزه وعليه أن یعيد۔ (۹۱)
یعنی، اگر مسجد کے باہر طواف کیا اور مسجد حرام کی دیواریں اس کے اور کعبہ معظمہ کے درمیان میں ہوں تو جائز نہیں۔

اور مفتی وقاضی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: لأن حيطان المسجد حاضرة۔ (۹۲)

(۸۹) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطفوة، ۱۲۲۴/۲-۱۲۲۵
(۹۰) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت إلخ، ۴۵/۲
(۹۱) المسالك فی المناسک، القسم الثاني: فی بیان منسک الحج إلخ.....، فصل: فی شرائط صحة الطواف وما یقع معتداً وما لا یقع، ۴۸/۱
(۹۲) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطفوة، ۱۲۲۴/۲-۱۲۲۵

یعنی، کیونکہ مسجد حرام کی دیواریں جائزہ ہیں۔
تو اس نے مسجد کا طواف کیا بیت اللہ شریف کا نہیں۔
چنانچہ شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۵ھ لکھتے ہیں: لأنه طاف بالمسجد لا بالبيت۔ (۹۳)

یعنی، کیونکہ اس نے مسجد کا طواف کیا نہ کہ بیت اللہ شریف کا۔
اور امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: لأن حيطان المسجد تحول بينه وبين البيت فيكون طائفاً بالمسجد دون البيت۔ (۹۴)
یعنی، مسجد کی دیواریں اس کے اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہو گئیں
پس وہ مسجد کا طواف کرنے والا ہوگا نہ کہ بیت اللہ کا۔

اور مفتی وقاضی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: فلم یطف بالبيت لعدم الطواف حوله بل طاف بالمسجد۔ (۹۵)
یعنی، پس وہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا نہ ہوا اس کے ارد گرد طواف (بیت اللہ شریف) کے معدوم ہونے کی وجہ سے بلکہ اس نے مسجد کا طواف کیا۔ پس اس نے طواف کے بیت اللہ شریف کے گھر نہ ہونے کی وجہ سے بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا بلکہ مسجد کا طواف کیا ہے۔

حالانکہ طواف مسجد (مسجد کا طواف) واجب نہیں بلکہ بیت اللہ شریف کا طواف واجب ہے۔

(۹۳) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت إلخ، ۴۵/۲
(۹۴) المسالك فی المناسک، القسم الثاني: فی بیان منسک الحج إلخ.....، فصل: فی شرائط صحة الطواف وما یقع معتداً وما لا یقع، ۴۸/۱
(۹۵) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطفوة، ۱۲۲۵/۲-۱۲۲۵

چنانچہ شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۵ھ لکھتے ہیں: والواجب علیہ الطواف بالبيت - (۹۶)

یعنی، حالانکہ اس پر بیت اللہ شریف کا طواف واجب ہے۔

اگر مسجد حرام کے گرد طواف کو جائز قرار دے دیا جائے تو مکہ مکرمہ اور حرم شریف کے گرد بھی طواف کا جواز لازم آئے گا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی وقاضی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: لأنه لو جاز الطواف حول المسجد مع حيلولة حيطان المسجد لجاز حول مكة والحرم وذالايحوز كذا هذا - (۹۷)

یعنی، کیونکہ مسجد کی دیواریں حائل ہونے کے باوجود مسجد کے گرد کا طواف جائز ہو تو مکہ اور حرم کے گرد طواف بھی جائز ہوگا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں۔

شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۵ھ لکھتے ہیں: أُرِيتَ لو طاف بمكة كان يجزئه ، وإن البيت في مكة، أُرِيتَ لو طاف في الدنيا أكان يجزئه من الطواف بالبيت ، لا يجزئه شيء من ذلك فهذا مثله ، والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب - (۹۸)

یعنی، مجھے بتاؤ کہ اگر کوئی مکہ کا طواف کرے تو اُسے جائز ہوگا اگرچہ بیت اللہ شریف مکہ میں ہے اور مجھے بتاؤ کہ اگر کوئی دنیا میں طواف کرے تو کیا اُسے طواف بیت اللہ

(۹۶) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت إلخ، ۴۵/۲

(۹۷) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأظوفة، ۱۲۲۵/۲

(۹۸) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت

سے جائز ہو جائے گا، اس میں سے کچھ بھی جائز نہیں، پس یہ اس کی مثل ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب

فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس نے کعبہ معظمہ کے علاوہ مسجد حرام کے گرد طواف کیا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

چنانچہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ اور ان کے حوالے سے مفتی وقاضی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: وفى باب العیدین من "کافی" حافظ الدین: من طاف حول مسجد سوى الكعبة يخشى عليه الكفر - (۹۹)

یعنی، حافظ الدین کی "کافی" کے باب العیدین میں ہے کہ جس نے کعبہ کے سوا مسجد حرام کے گرد طواف کیا اس پر کفر کا خوف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-17

يوم الأحد، ۲ ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ - ۱۳، أغسطس ۲۰۱۸م

حج کی سعی سے قبل طواف وداع کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے طواف زیارت کیا اور طواف زیارت سے فارغ ہو کر حج کی سعی کرنے سے قبل طواف وداع کر لیا تو کیا اس طرح طواف وداع ادا ہو جائے گا جبکہ اس نے اور کوئی طواف نہ کیا اور اپنے وطن کو لوٹ گیا؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں اس کا طواف وداع ادا ہو جائے گا

کیونکہ طواف وداع کا اول وقت طواف زیارت کے بعد ہے۔

(۹۹) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأظوفة، ۱۲۲۵/۲

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: وَاَوَّلُ وَقْتِهِ: بعد طواف الزيارة ولا آخر له۔ (۱۰۰)

یعنی، طواف وداع کا اوّل وقت طواف زیارت کے بعد ہے۔

لہذا طواف زیارت کے بعد جو طواف کیا اس سے طواف وداع ادا ہو گیا اگرچہ نفل کی نیت کی ہو۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: وَإِذَا طَافَ الرَّجُلُ بَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ طَوَافًا يَنْوِي بِهِ التَّطَوُّعَ أَوْ طَوَافَ الصَّدْرِ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا حَلَّ النَّفَرُ فَهُوَ طَوَافُ الصَّدْرِ۔ (۱۰۱)

یعنی، جب کسی مرد نے طواف زیارت کے بعد نفلی طواف کیا یا طواف صدر کیا بعد اس کے کہ جسے رخصت ہونا حلال ہو تو وہ طواف صدر ہے۔

اور امام ابو الفضل محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۳۴/۳۳۴ھ اور امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: (وَإِذَا طَافَ الرَّجُلُ بَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ طَوَافًا يَنْوِي بِهِ التَّطَوُّعَ أَوْ طَوَافَ الصَّدْرِ، وَذَلِكَ بَعْدَ مَا حَلَّ النَّفَرُ فَهُوَ طَوَافُ الصَّدْرِ)؛ لِأَنَّهُ أَتَى بِهِ فِي وَقْتِهِ فَيَكُونُ عَنْهُ۔ (۱۰۲)

یعنی، جب کسی مرد نے طواف زیارت کے بعد نفلی کی نیت کرتے ہوئے طواف کیا یا طواف صدر کیا بعد اس کے کہ جسے رخصت ہونا حلال ہو تو وہ طواف صدر ہے کیونکہ وہ اسے اس کے وقت میں آیا ہے تو طواف صدر اس سے ادا ہوگا۔

(۱۰۰) لباب المناسك و عباب المسالك، باب أنواع الأظوفة وأحكامها، الثالث: طواف الصدر، ص ۱۰۹

(۱۰۱) المسالك في المناسك، فصل بعد فصل في بيان أنواع الأظوفة، ۱/۳۶۴

(۱۰۲) الكافي للحاكم الشهيد وشرحه المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب القرآن، ۳- ۴/۳۴

اور علامہ ابو منصور محمد بن کرم حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: إذا نفر في النفر الأول ثم طاف فهو للزيارة وإن طاف بعد ذلك ينوي تطوعاً أو لا ينوي شيئاً فهو للصدر۔ (۱۰۳)

یعنی، جب کوئی بارہویں ذوالحجہ میں رخصت ہوتے ہوئے طواف کرے تو وہ طواف زیارت ہے اور اگر اس کے بعد نفل کی نیت کرتے ہوئے طواف کیا یا کوئی نیت نہ کی تو وہ طواف صدر ہے۔

اور قاضی و مفتی مکہ مکرمہ امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: لو طاف بعد طواف الزيارة لا يعين شيئاً، أو نوى تطوعاً كان للصدر لأن الوقت معين فتصرف مطلق النية إليه كصوم رمضان. ومنها أن يكون بعد طواف الزيارة حتى إذ نفر في النفر الأول ولم يكن طاف للزيارة، فطاف طوافاً لا ينوي شيئاً أو نوى تطوعاً، أو الصدر يقع عن الزيارة لا عن الصدر لأن الوقت له، وطواف الصدر مرتب عليه۔ (۱۰۴)

یعنی، اگر کسی نے طواف زیارت کے بعد کسی شے کو معین کیے بغیر طواف کیا یا نفل کی نیت کی تو وہ طواف رخصت ہوگا کیونکہ وقت معین ہے پس مطلق نیت اسی کی طرف پھرے گی جیسے رمضان کا روزہ اور اس کے طواف صدر کے جواز کی شرائط سے ہے کہ وہ طواف زیارت کے بعد ہو یہاں تک کہ جب کوئی بارہویں ذوالحجہ میں اس حال میں رخصت ہوا کہ اُس نے طواف زیارت نہ کیا تھا پھر اُس نے بغیر نیت کے یا نفلی یا طواف صدر کی نیت کرتے ہوئے طواف کیا تو وہ طواف زیارت واقع ہوگا نہ کہ طواف صدر کیونکہ

(۱۰۳) المسالك في المناسك، فصل بعد فصل في بيان أنواع الأظوفة، ۱/۳۶۴

(۱۰۴) البحر العميق، مطلب بدع الحجاج في منى، فصل في النفر..... إلخ، ۴/۱۹۱۷-۱۹۱۸

وقت طواف زیارت کا ہے اور طوافِ صدر اسی پر مرتب ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ طوافِ وداع کا وقت تو مناسک حج سے فراغت کے بعد ہے تو جس کے ذمے رمی جمرات یا سعی باقی ہو اس کا یہ طواف درست نہیں ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا صرف اور صرف مستحب ہے نہ کہ فرض و واجب۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وَأَمَّا مَا فِي "المشكلات" من أن وقته بعد الفراغ من مناسك الحج فمحمول على وقت استحبابه۔ (۱۰۵)

یعنی، بہر حال جو "مشکلات" میں اس حوالے سے ہے وہ یہ کہ بیشک اس کا وقت مناسک حج سے فراغت کے بعد ہے پس وہ محمول ہے اُس کے مستحب وقت ہونے پر۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۳، ذوالحجۃ ۱۴۳۹ھ۔ ۲۴ أغسطس ۲۰۱۸م

FU-32

نماز طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے طواف کے سات چکر پورے کر لیے پھر دوسرا طواف شروع کر لیا اس کے ایک چکر کے بعد اسے خیال آیا کہ میں غلط کر رہا ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تو اب وہ کیا کرے دوسرا طواف چھوڑ کر نفل پڑھے یا اُسے جاری رکھے؟ (السائل: احمد ضیائی "الفتاویٰ" مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب:- صورتِ مسئلہ میں جاننا چاہیے کہ درمیان میں نفل پڑھے بغیر دو طواف جمع کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔

(۱۰۵) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب أنواع الأظوف، تحت

قوله: وأول وقته بعد طواف الزيارة، ص ۲۰۲

چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ مکروہات طواف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کر دینا مگر کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے طلوع آفتاب یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں، وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے۔ (۱۰۶)

مگر جب ایسا ہو جائے کہ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو طواف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دوسرا طواف مکمل کرے اور اسے مکمل کر کے ہر طواف کے لیے دو رکعت کی ادائیگی کرے کیونکہ مکمل ایک یا اس سے زائد دوسرے طواف کا چکر لگانے والا اس طواف کو پکا کرنے والا ہو گیا ہے اور اُس پر یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ دوسرے طواف کو پورا کرے۔

چنانچہ امام ابو الفضل محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۴۴/۳۴۴ھ اور امام شمس الدین ابوبکر محمد نسری حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: (قَالَ رَجُلٌ طَافَ أُسْبُوعًا، وَشَوَّطًا أَوْ شَوَّطَيْنِ مِنْ أُسْبُوعٍ آخَرَ ثُمَّ ذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ أُسْبُوعَيْنِ قَالَ يُتِمُّ الْأُسْبُوعَ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ، وَعَلَيْهِ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَانِ) لِأَنَّهُ صَارَ شَارِعًا فِي الْأُسْبُوعِ الثَّانِي مُؤَكَّدًا لَهُ بِشَوَّطٍ أَوْ شَوَّطَيْنِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُتِمَّهُ كَمَنْ قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ قَبْلَ التَّشَهُُّدِ وَقَبْلَ الرَّكْعَةِ بِالسَّجْدَةِ كَانَ عَلَيْهِ إِتِمَامُ الشَّفْعِ الثَّانِي ثُمَّ كُلُّ أُسْبُوعٍ سَبَبُ الْتِزَامِ رَكْعَتَيْنِ بِمَنْزِلَةِ النَّذْرِ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَانِ۔ (۱۰۷)

یعنی، فرمایا کہ کسی نے سات چکر لگا لیے اور دوسرے طواف سے ایک یا دو چکر لگائے پھر اُسے یاد آیا کہ اُس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ دو طواف کو ایک ساتھ جمع کرے

(۱۰۶) الفتاویٰ الرضویۃ، کتاب الحج، حنایات، رسالہ انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ، ۷۴۵/۱۰

(۱۰۷) الکافی للحاکم الشہید وشرحه المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، ۵۵/۴

تو فرمایا کہ وہ طواف مکمل کرے کہ جو اس میں داخل ہوا ہے اور اس پر ہر طواف کے لیے دو رکعت ہیں کیونکہ وہ دوسرے طواف کو شروع کرنے والا ہو گیا ہے تو وہ اسے ایک یا دو چکر لگا لینے کے سبب سے اسے پکا کرنے والا ہو گیا ہے پس اس پر لازم ہے کہ وہ اسے پورا کرے جیسے کوئی تشہد سے قبل تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے اور رکعت کی سجدہ کے ساتھ قید لگائی تو اس پر دوسرے شفع کا پورا کرنا لازم ہوگا۔ پھر ہر طواف کے لیے دو رکعت کے لازم ہونے کا سبب منّت کے مرتبے میں ہوگا۔ پس اس پر ہر طواف کے لیے دو رکعتیں لازم ہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶ھ لکھتے ہیں: ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع کر دینا مگر جب کہ کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے بلندی آفتاب تک یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں۔ وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے اور اگر بھول کر ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا تو اگر ابھی ایک پھیر اپورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے اور پورا پھیر کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے نماز پڑھے۔ (۱۰۸)

لہذا جب دوسرا طواف شروع کر لیا ہے اور اس کا بھی ایک چکر مکمل کر لیا تو اب اسے پورا کرنا لازم ہو گیا اور دوسرا طواف مکمل کر کے دونوں کے دو دور رکعت نفل ادا کرے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو اور اگر مکروہ وقت ہو تو اسے اس وقت کے گزرنے کا انتظار کرنا ہے اور اس نے جب پہلے طواف کے نفل ادا کئے بغیر دوسرا طواف شروع کیا تھا تب مکروہ وقت تھا تو اس

نے درست کیا کیونکہ مکروہ وقت میں نفل نماز ممنوع ہے اور اگر مکروہ وقت نہ تھا تو اس کا ایک طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنا مکروہ قرار پایا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-49

یوم الخمیس ۲۶ ذو الحجة ۱۴۳۹ھ - ۶ ستمبر ۲۰۱۸م

حالت طواف میں ستر عورت کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت احرام میں کسی خاتون نے سر کے بال قصداً کھلے رکھے اور فیشن کے انداز میں لٹ نکال کر رکھی اور وہ مسلسل اسی حالت میں رہی یہاں تک کہ طواف وسی بھی کر لے تو کیا اس خاتون پر دم واجب ہوگا؟ (C/O مفتی عبدالرحمن، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں ایسی خاتون پر دم کی ادائیگی لازم ہوگی بشرطیکہ ستر عورت اتنی مقدار میں کھلا ہو کہ جو واجب کی ادائیگی کو مانع ہو اور اس کی وجہ یہ کہ ستر عورت طواف کے واجبات سے ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: وَلَا يَطُوفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا - (۱۰۹)

یعنی، ہرگز کوئی بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کرے۔

قاضی و مفتی مکہ مکرمہ امام أبو البقاء محمد بن أحمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی

۸۵۴ھ لکھتے ہیں: ومن واجبات الطواف: ستر العورة - (۱۱۰)

یعنی، طواف کے واجبات سے ستر عورت ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ ”واجبات طواف“ میں لکھتے ہیں:

الثالث: ستر العورة۔ (۱۱۱)

یعنی، (طواف کے واجبات میں) تیسرا (واجب) ستر عورت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کتنا ستر عورت کھلا رہنا واجب کی ادائیگی کو مانع ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کا کوئی عضو چوتھائی یا چوتھائی سے زائد کھلا رہا تو یہ واجب کی ادائیگی کو مانع ہوگا۔

چنانچہ قاضی و مفتی مکہ محمد ابن الضیاء کی حنفی لکھتے ہیں: لو طاف عرياناً أو مكشوف العورة قدر ما لا تجوز به الصلاة، فعليه الإعادة ما دام بمكة، وإن رجع إلى أهله فعليه الدم۔ (۱۱۲)

یعنی، اگر برہنہ طواف کیا یا ستر عورت کو اتنی مقدار کھولے کہ جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی، تو اس پر اعادہ لازم ہے جب تک کہ مکہ میں ہے، اور اگر اپنے اہل کی طرف لوٹ گیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور لکھتے ہیں: وفي "منسك الكرماني": فإن طاف وقد انكشف من عورته قدر ما لا تجوز معه الصلاة أجزاء الطواف وعليه دم، وحتتناقوله تعالى: "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" أمر بالطواف مطلقاً عن شرط الستر فيجزئ على إطلاقه۔ (۱۱۳)

یعنی، "منسک کرمانی" (۱۱۴) میں ہے: پس اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا

(۱۱۱) لباب المناسك و عباب المسالك، باب أنواع الأظوفة وأحكامها، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۱۳

(۱۱۲) البحر العميق، الباب العاشر: في دخول مكة المشرفة.... إلخ، فصل: في بيان أنواع الأظوفة، ۱۱۳۹/۲

(۱۱۳) البحر العميق، الباب العاشر في دخول مكة المشرفة.... إلخ، فصل: في بيان أنواع الأظوفة، ۱۱۳۹/۲

(۱۱۴) المسالك في المناسك، القسم الثاني: في بيان نسد الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغير ذلك،

فصل في شرائط صحة الطواف وما يقع معتداً وما لا يقع، ۴۴۲/۱

کہ تحقیق اس کا ستر عورت اتنی مقدار کھلا ہو کہ جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی۔ اس کا طواف درست ہو گیا اور اس پر دم لازم ہوگا اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" (ترجمہ: اور اس گھر کا طواف کریں) ہے (اس میں) ستر کی شرط کے بغیر مطلق طواف کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا وہ علی الاطلاق جائز ہے (جس کے مطلب ہے کہ ستر عورت کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر بھی طواف جائز ہے اگرچہ جمع الکراہت)۔

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: والسماح: كشف ربع العضو فما زاد كما في الصلاة، وإن انكشف أقل من الربع لا يمنع، ويجمع المتفرق۔ (۱۱۵)

یعنی، (واجب کی ادائیگی کو) عضو کی چوتھائی یا اس سے زائد کا کھلنا مانع ہے جیسے نماز میں ہے اور اگر چوتھائی سے کم کھلا تو وہ مانع نہ ہوگا اور متفرق کو جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو دم واجب ہوگا اور چند جگہ سے کھلا رہا تو جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دم واجب ہوگا۔ (۱۱۶)

اور یہ یاد رہے کہ عورت کا سر اور جو بال لٹکتے ہیں یہ دونوں الگ الگ عضو ہیں اور فقہائے کرام نے انہیں الگ الگ شمار کیا ہے چنانچہ امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: (۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک (یعنی) جتنی جگہ پر عادتاً بال جمتے ہیں۔ (۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔ (۱۱۷)

(۱۱۵) لباب المناسك و عباب المسالك، باب أنواع الأظوفة وأحكامها، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۱۳

(۱۱۶) بہار شریعت، حج کا بیان، حج کے واجبات، ۱۰۴۹/۱

(۱۱۷) الفتاوی الرضویة، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ، ۴۰/۶

ہاں اگر یہ خاتون طواف کا اعادہ کر لیتی ہے تو اب اُس پر جو دم لازم آیا تھا وہ ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی اور ملا علی بن سلطان قاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں: (وإن أعاده سقط) أى الدم عنه۔ (۱۱۸)

یعنی، اگر اُس نے اعادہ کر لیا تو اس سے دم ساقط ہو گیا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

FU-22

يوم الخميس ٥، ذو الحجة ١٤٣٩ھ - ١٦، أغسطس ٢٠١٨م

طواف سے قبل سعی کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھے اور اس نے اس بات کو سن رکھا ہو کہ سعی کو مقدم کرنا جائز ہے تو وہ احرام کے بعد اس نیت سے سعی کر کے منی آجائے کہ اب مجھے طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کرنی پڑے گی تو کیا یہ سعی اُسے کافی ہو جائے گی کہ جب وہ طواف زیارت کے لئے جائے گا تو اُسے سعی نہیں کرنی پڑے گی برائے کرم جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں؟

باسمہ تعالیٰ وتقّس الجواب: صورتِ مسئلہ میں کسی کا طواف زیارت سے قبل سعی کرنا طواف زیارت کے بعد والی سعی سے کافی نہ ہوگی جب تک حج کا احرام باندھ کر اکثر طواف کے بعد سعی نہ کرے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ السَّعْيُ قَبْلَ الطَّوْفِ وَيَجُوزُ بَعْدَ أَنْ يَطُوفَ الْأَكْثَرَ مِنَ الطَّوْفِ۔ (۱۱۹)

(۱۱۸) لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل في حكم الجنایات في طواف الزيارة، ص ۴۹۲

(۱۱۹) كتاب الأصل المعروف بالمبسوط، كتاب المناسك، باب السعي بين الصفا والمروة، ۳/۴۲۲

یعنی، طواف سے قبل سعی جائز نہیں اور طواف کے اکثر (۴ چکر) چکر لگانے کے بعد جائز ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: أن يكون بعد الطواف أو بعد أكثره، فلو سعى قبل الطواف أو بعد أقله لم يصح، ولو سعى بعد أربعة أشواط صح۔ (۱۲۰)

یعنی، (سعی کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ) وہ طواف کے بعد ہو یا اُس کے اکثر (یعنی کم از کم چار پھیروں) کے بعد ہو پس اگر کسی نے طواف سے قبل یا اکثر (پھیروں) سے کم کے بعد سعی کی تو سعی درست نہ ہوئی اور اگر چار چکر لگانے کے بعد سعی کی تو درست ہوگئی۔

اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعی کو طواف کے بعد مشروع کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: فإن الله تعالى شرع السعي عقيب الطواف لا قبله، فقله عز وجل: فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا (۱۲۱)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ نے سعی کو طواف کے بعد مشروع کیا ہے نہ کہ اس سے قبل پس اللہ عز وجل کا فرمان: ”تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے“

اور ”فلا جناح“ میں ”فا“ تعقیب کے لئے ہے جس سے معلوم یہ ہوا کہ سعی طواف کے تابع ہونی چاہیے اور تابع اپنے متبوع سے پہلے نہیں پایا جاتا ہے۔

(۱۲۰) لباب المناسك و عباب المسالك، باب السعي بين الصفا والمروة، فصل في شرائط صحة السعي، ص: ۱۲۵

(۱۲۱) المسالك في المناسك، فصل بعد فصل في السعي بين الصفا والمروة، ۱/۴۷۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اسی لئے طواف سے قبل کی گئی سعی معتبر نہ ہوگی۔

چنانچہ علامہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ذکر بحرف الفاء، وأنھا للتعقيب، فكان تبعاً، التبع لا يتقدم على المتبوع۔ (۱۲۲)

یعنی، فاء کے حرف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور بیشک فاء تعقیب کے لیے ہے پس سعی تابع ہے، (اور) تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا ہے۔

اسی لئے سعی کو طواف سے قبل جائز قرار نہیں دیا جاتا کیونکہ وہ طواف کے بغیر مشروع ہی نہیں۔

چنانچہ علامہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ولا يجوز السعي قبل الطواف، لأنه شرع لكمال الطواف، وأنه تبع۔ (۱۲۳)

یعنی، طواف سے قبل سعی جائز نہیں کیونکہ سعی کمال طواف کیلئے مشروع ہے اور بیشک سعی تابع ہے۔

کیونکہ حج کی سعی کا محل اصلی طواف زیارت کے بعد ہے۔

چنانچہ امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّ السَّعْيَ بِدُونِ الطَّوْفِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ، وَلِأَنَّ الْمَحَلَّ الْأَصْلِيَّ لِلْسَّعْيِ مَا بَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ؛ لِأَنَّ السَّعْيَ وَاجِبٌ، وَطَوَافُ الزِّيَارَةِ فَرَضٌ، وَالْوَجِبُ يَصْلُحُ تَبَعًا لِلْفَرْضِ۔ (۱۲۴)

یعنی، طواف کے بغیر سعی مشروع نہیں، اور اس لیے کہ بیشک سعی کے لیے محل اصلی

(۱۲۲) المسالك في المناسك، فصل بعد فصل في السعي بين الصفا والمروة، ۱/۴۷۲

(۱۲۳) المسالك في المناسك، فصل بعد فصل في السعي بين الصفا والمروة، ۱/۴۷۲

(۱۲۴) بدائع الصنائع، فصل في بيان سنن الحج والترتيب في أفعاله، ۳/۱۲۸

طواف زیارت کے بعد ہے کیونکہ سعی واجب ہے اور طواف زیارت فرض، اور واجب فرض کے تابع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسی لئے اگر کوئی طواف سے قبل سعی کر لیتا ہے تو اُسے طواف کے بعد دوبارہ سعی لازم آتی ہے کیونکہ طواف اصل ہے اور سعی تابع ہے اور تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا اسی وجہ سے طواف کو صحت سعی کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ سعی کو طواف سے مؤخر کرنا واجب ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری حنفی متوفی: ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: فَلَوْ سَعَى ثُمَّ طَافَ أَعَادَهُ؛ لِأَنَّ السَّعْيَ تَبَعٌ وَلَا يَجُوزُ تَقَدُّمُ التَّبَعِ عَلَى الْأَصْلِ، كَذَا ذَكَرَ الْوَلَوَالِجِيُّ، وَصَرَّحَ فِي "الْمُحِيطِ" بِأَنَّ تَقْدِيمَ الطَّوْفِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ السَّعْيِ وَبِهَذَا عَلِمَ أَنَّ تَأْخِيرَ السَّعْيِ عَنِ الطَّوْفِ وَاجِبٌ، وَإِلَى أَنَّ السَّعْيَ لَا يَجِبُ بَعْدَ الطَّوْفِ فَوَرَّاءَ بَلْ لَوْ أَتَى بِهِ بَعْدَ زَمَانٍ وَلَوْ طَوِيلًا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔ (۱۲۵)

یعنی، پس اگر کسی نے طواف سے قبل سعی کی پھر اُس نے طواف کیا تو وہ اسے (سعی) لوٹائے گا کیونکہ سعی تابع ہے پس تابع کو اصل (طواف) پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح ولوالجی نے ذکر کیا، اور ”محیط“ میں صراحت ہے کہ بیشک طواف کا مقدم کرنا سعی کی صحت کے لیے شرط ہے اور اس سبب سے جانا گیا کہ بیشک سعی کو طواف سے مؤخر کرنا واجب ہے اور یہاں تک کہ بیشک سعی طواف کے بعد فی الفور واجب نہیں بلکہ اگر وہ اس (سعی) کو زمانے کے بعد آئے اگرچہ طویل زمانے کے بعد تو اُس پر کوئی شے لازم

(۱۲۵) البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: تحت قوله: ثم أخرج إلى الصفا.... إلخ،

نہیں۔

اور ملا علی بن سلطان قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: قال المصنّف فی "الکبیر": و تقدیم الطواف علی السعی شرط لصحة السعی بالاتفاق۔ (۱۲۶) یعنی، مصنف (علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ) نے کبیر میں فرمایا: سعی کے صحیح ہونے کے لیے طواف کو سعی پر مقدم کرنا بالاتفاق شرط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

FU-26

یوم الأحد، ۸ ذو الحجة، ۱۴۳۹ھ، ۱۹ أغسطس ۲۰۱۸م

عمرہ طواف وداع کے قائم مقام نہیں

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حاجی مکہ شریف سے رخصت ہوتے وقت طواف وداع کی جگہ عمرہ ادا کرے تو کیا یہ طواف کے قائم مقام ہو جائے گا یا الگ سے طواف وداع کرنا واجب ہوگا؟

(السائل: ڈاکٹر محمد ساحل اشرفی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- صورت مسئلہ میں جاننا چاہیے کہ طواف وداع ایسا طواف ہے کہ جس میں رمل و سعی واضطباع میں سے کچھ بھی نہیں ہے اور یہ طواف بغیر احرام کے ہوتا ہے۔ اور عمرہ ایک مستقل عبادت ہے جیسا کہ حج۔ اور جو شخص صرف حج ادا کرتا ہے اُسے مفرد بالْحَجِّ کہا جاتا ہے اور جو اشہر حج میں آفاق سے عمرہ کا احرام باندھ کر آتا ہے پھر اسی سال امام صحیح کیے بغیر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرتا ہے تو اُسے متمتع اور جو میقات سے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھتا ہے یعنی عمرہ کی نیت بھی کرے اور حج کی

(۱۲۶) المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، باب العمرة، تحت قوله: والحلق

أو التقصير، ص ۶۵۴

بھی تو وہ قارن کہلاتا ہے اور یہ یاد رہے کہ اگر کوئی حج افراد کرے یا حج متمتع کرے یا پھر حج قرآن کرے اُس پر طواف وداع واجب ہے بشرطیکہ وہ آفاقی ہو پھر عمرہ الگ عبادت ہے جبکہ طواف وداع مستقل عبادت نہیں بلکہ آفاقی کے حق میں حج کا ایک واجب ہے تو یہ واجب کسی دوسری عبادت کر لینے سے ادا نہ ہوگا۔

لہذا اگر ایک عمرہ کی جگہ ہزاروں عمرہ بھی کر لیے جائیں تو یہ عمل طواف وداع کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اور اس بات کو بطور دلیل یوں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ اپنی کُتُب میں ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی مکہ مکرمہ سے اس حال میں رخصت ہو کہ اُس نے طواف وداع نہ کیا ہو تو اُسے چاہیے کہ جب تک اُس نے میقات تجاوز نہ کر لیا ہو تو وہ لوٹ کر اس واجب کی ادائیگی کرے اور اگر میقات کو تجاوز کر چکا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ نہ لوٹے اور ایک دم دے دے اور اگر کوئی میقات تجاوز کر جانے کے بعد لوٹے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے اور پھر وہ عمرہ کے طواف سے نہ صرف ابتداء کرے بلکہ اپنے عمرہ کی ادائیگی مکمل طور پر کرنے کے بعد اس واجب کی ادائیگی کرے اور ایسا کرنے سے اُس پر لازم آنے والا دم بھی ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے فقہائے کرام کی چند کُتُب سے ایسی عبارات نقل کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ عمرہ کا طواف حج میں لازم آنے والے طواف وداع کے قائم مقام نہیں ہے۔

چنانچہ امام ابوبکر بن علی بن محمد حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ لِلصَّدرِ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مَا لَمْ يَتَجَاوَزَ الْمِيقَاتِ فَإِنْ ذَكَرَ بَعْدَ مُجَاوَزَتِهِ الْمِيقَاتِ لَمْ يَرْجِعْ وَيَلْزَمُهُ دَمٌ فَإِنْ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ وَيَتَدَبَّرُ بِطَوَافِهَا لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ بِالْإِحْرَامِ فَإِذَا فَرَّغَ مِنْ عُمْرَتِهِ طَافَ لِلصَّدرِ وَسَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ (۱۲۷)

(۱۲۷) الجوهرة النيرة شرح القدوري، كتاب الحج، مطلب في طواف الصدر، تحت قوله: وهو واجب

إلا على أهل مكة، ۳۸۹/۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یعنی، جو رخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا ہو تو وہ لوٹے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر اس سے گزرنے کے بعد یاد آئے تو وہ نہ لوٹے اور اُسے دم دینا لازم ہوگا پس اگر وہ لوٹے تو وہ عمرہ کے احرام کے ساتھ لوٹے اور عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے کیونکہ وہ اس پر احرام کے سبب سے متعین ہو چکا ہے پھر جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو وہ طوافِ وداع کرے اور اس سے دم بھی ساقط ہو جائے گا۔

اور فقیہ عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ لِلصَّدرِ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ فَيَطُوفُهُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ جَدِيدٍ مَا لَمْ يَتَحَاوَزْ الْمِيقَاتِ فَإِنْ جَاوَزَهَا لَمْ يَجِبْ الرُّجُوعُ وَيَلْزَمُهُ دَمٌ فَإِنْ رَجَعَ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ وَيَتَدَبَّرُ بِطَوَافِهَا؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ بِالْإِحْرَامِ إِذَا فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ طَافَ لِلصَّدرِ وَيَسْقُطُ عَنْهُ الدَّمُ وَقَالُوا: الْأَوَّلَى أَنْ لَا يَرْجِعَ وَيُرِيقَ دَمًا إِنْ افْتَدَرَ؛ لِأَنَّهُ أَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ وَأَيَسَرُّ عَلَيْهِ لِمَا فِيهِ مِنْ دَفْعِ ضَرَرِ الْإِتِمَامِ الْإِحْرَامِ وَمَشَقَّةِ الطَّرِيقِ كَمَا فِي "الْفَتْحِ" - (۱۲۸)

یعنی، جو رخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طوافِ صدر نہ کیا ہو تو لوٹے اور نئے احرام کے بغیر طواف کرے جبکہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر اس سے گزر چکا ہو تو وہ نہ لوٹے اور اُسے دم دینا لازم ہوگا پس اگر وہ لوٹے تو عمرہ کے احرام کے ساتھ لوٹے اور وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے کیونکہ وہ اس پر احرام کے سبب سے متعین ہو چکا ہے پھر جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو وہ طوافِ وداع کرے اور اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور انہوں نے کہا کہ اولیٰ یہی ہے کہ وہ نہ لوٹے اور خون بہائے اگر قدرت رکھتا ہو کیونکہ یہ فقراء کے لیے زیادہ نفع مند ہے۔ اور اُس پر زیادہ آسانی ہے کیونکہ اس میں احرام کے لازم

(۱۲۸) مجمع الأنهر، کتاب الحج، فصل: قبل باب القرآن والتمتع، تحت قوله: سبعة أشواط.... إلخ،

ہونے کا ضرر اور راستہ کی مشقت کا دور ہونا ہے جیسا کہ ”فتح“ (۱۲۹) میں ہے۔
امام ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد حنفی بخاری متوفی ۶۱۹ھ لکھتے ہیں: وإذا رجع قبل أن يطوف طواف الصدر فعليه أن يرجع قبل أن يجاوز الميقات وإن جاوز لم يرجع - (۱۳۰)

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا: وَمَنْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ لِلصَّدرِ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مَا لَمْ يَجَاوِزْ الْمِيقَاتِ فَإِنْ ذَكَرَ بَعْدَ مُجَاوِزَةِ الْمِيقَاتِ لَمْ يَرْجِعْ فَإِنْ رَجَعَ رَجَعَ بِعُمْرَةٍ، وَإِنْ عَادَ بِعُمْرَةٍ ابْتَدَأَ بِطَوَافِهَا إِذَا فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ طَافَ لِلصَّدرِ كَذَا فِي "السَّراج الوهاج" قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْكُرْخِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - إِذَا فَرَغَ مِنْ طَوَافِ الصَّدرِ أَتَى الْمَقَامَ وَصَلَّى عِنْدَهُ رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَى زُمُزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا كَذَا فِي "الظَّهيريَّة" - (۱۳۱)

یعنی، جو رخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا ہو تو وہ لوٹے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر اس سے گزرنے کے بعد یاد آئے تو وہ نہ لوٹے پس اگر وہ لوٹے تو وہ عمرہ کے احرام کے ساتھ لوٹے اور اگر وہ لوٹ آئے تو وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے پھر جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو وہ طوافِ وداع کرے اسی طرح ”سراج الوهاج“ میں ہے۔ شیخ امام کرنی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ طوافِ صدر سے فارغ ہو تو وہ مقامِ ابراہیم کے پاس آ کر دو

(۱۲۹) فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: لأنه يودع البيت، ۳۹۷/۲

(۱۳۰) الفتاویٰ الظہیریة، کتاب الحج، الفصل السابع فی الطواف والسعی، ص ۱۴۳، مخطوط

(۱۳۱) الفتاویٰ الہندیة، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ۲۳۵/۱

رکعت قائم کرے پھر وہ زم زم کو آکر زم زم کے پانی سے پئے اسی طرح ”ظہیریہ“ میں ہے۔
اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: فَلَوْ نَفَرَوْ لَمْ يَطُفْ وَحَبَّ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ لَيَطُوفَ مَا لَمْ يُجَاوِزِ الْمِيقَاتِ فَيُخَيَّرَ بَيْنَ إِرَاقَةِ الدَّمِ وَالرُّجُوعِ بِإِحْرَامٍ جَدِيدٍ بِعُمْرَةٍ مُبْتَدَأًا بِطَوَافِهَا ثُمَّ بِالصَّدْرِ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِتَأْخِيرِهِ، وَالْأَوَّلُ أَوْلَى تَيْسِيرًا عَلَيْهِ وَنَفْعًا لِلْفُقَرَاءِ۔ (۱۳۲)

یعنی، اگر کوئی رخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طواف نہ کیا ہو تو اُسے لوٹنا لازم ہے تاکہ وہ طواف کرے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اُسے خون کے بہانے اور عمرہ کی نیت سے جدید احرام باندھ کر رجوع کر کے عمرہ کے طواف سے ابتداء کرنے کے بعد طوافِ صدر کرنے کے درمیان اختیار دیا جائے گا اور اُس پر طوافِ وداع کو مؤخر کرنے کی وجہ سے کوئی شے لازم نہ ہوگی اور اول (یعنی دم دینا) اُس پر آسان ہونے اور فقراء کے لیے اس میں نفع ہونے کی وجہ سے اولیٰ ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ومن خرج ولم يطفه يجب عليه العود بلا إحرام، ما لم يجاوز الميقات، فإن جاوزه لم يجب الرجوع ويجب الدم، وإن عاد فعليه الإحرام بعمره أو حج، فإذا رجع بدأ بطواف العمرة ثم بالصدر ولا شيء عليه بالتأخير ويكون مسيئاً، والأولى أن لا يرجع بعد المجاوزة ويبيع دمًا لأنه أنفع للفقراء وأيسر عليه۔ (۱۳۳)

یعنی، جو نکلے اس حال میں کہ اُس نے طواف نہ کیا ہو تو اُس پر بغیر احرام کے لوٹنا

(۱۳۲) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر، تحت قوله: وهو واجب، ۳/۲۲۲

(۱۳۳) لباب المناسك و عباب المسالك، باب طواف الصدر، فصل فی أحكام الخروج..... إلخ،

واجب ہے جبکہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو پس اگر وہ اسے تجاوز کر چکا ہو تو لوٹنا واجب نہیں اور دم دینا واجب ہوگا اور اگر وہ لوٹے تو اُس پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہے پس جب وہ لوٹے تو وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے (عمرہ مکمل کرنے کے بعد) پھر طوافِ صدر کرے اور اُس پر (طوافِ صدر میں) تاخیر کے سبب کچھ لازم نہیں ہے اور وہ اساءت کرنے والا ہوگا اور اولیٰ یہ ہے کہ میقات سے گزرنے کے بعد نہ لوٹے اور وہ (حرم میں) دم بھجوائے کیونکہ اس میں فقراء کے لیے زیادہ نفع اور اُس پر زیادہ آسانی ہے۔

قاضی مفتی مکہ مکرمہ امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: إذا نفر ولم يطف، يجب عليه أن يرجع ويطوف ما لم يجاوز الميقات لأنه ترك طوافاً واجباً وأمكنه أن يأتي به من غير الحاجة إلى تجديد الإحرام، فيجب عليه أن يرجع ويأتي به، وإن جاوز الميقات لا يجب عليه الرجوع لأنه لا يمكنه العود إلا بتحديد آخر بعمره أو حج فلا يفيد وإن أراد أن يَمْضَى، مضى وعليه دم، وإن أراد أن يعود أحرم بعمره، فإذا دخل مكة ابتداء طوافها لأن ذلك تعين عليه بالإحرام فإذا فرغ من عمرته حينئذ طاف للصدر، ولا شيء عليه لتأخيره عن مكانه قال صاحب ”البدائع“: قالوا: الأولى أن لا يرجع، ويريق دمًا مكان الطواف، لأن هذا أنفع للفقراء وأيسر عليه لما فيه من دفع مشقة السفر، وضرر التزام الإحرام. قال ابن العجمي: ولو خرج ولم يطف طواف الوداع عصي عند الحنفية والشافعي وأحمد، ووجب عليه العود للطواف إذا لم يجاوز الميقات۔ (۱۳۴)

(۱۳۴) البحر العميق، مطلب بدع الحجاج في منى، فصل في نفر..... إلخ، ۴/۱۹۲۰-۱۹۲۱

یعنی، جب کوئی اس حال میں رخصت ہو کہ اُس نے طواف نہ کیا ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ لوٹ کر طواف کرے جب کہ وہ میقات سے نہ گزرا ہو کیونکہ اُس نے واجب طواف کو ترک کیا ہے اور اُسے ممکن ہو تو نئے احرام کی حاجت کے بغیر طواف کرنے آئے تو اُس پر واجب ہوگا کہ وہ مکہ کو لوٹ کر طواف کو آئے اور اگر وہ میقات سے گزر چکا ہو تو اُس پر لوٹنا واجب نہیں کیونکہ لوٹنا ممکن نہیں مگر عمرہ یا حج کے نئے احرام کے ساتھ، پس (اس میں) کوئی فائدہ نہیں اور اگر وہ گزرنے کا ارادہ کرے تو گزر جائے تو اُس پر دم لازم ہوگا اور اگر اُس نے ارادہ کیا کہ وہ لوٹے تو وہ عمرہ کا احرام باندھے پس جب وہ مکہ کو داخل ہو تو وہ عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے کیونکہ اُس پر احرام کے سبب سے متعین ہو چکا ہے پس جب وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو تو اس وقت وہ طوافِ وداع کرے اور اُس پر اسے اپنی جگہ سے مؤخر کرنے کے سبب کچھ لازم نہ ہوگا، ”صاحب بدائع“ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ وہ نہ لوٹے اور طواف کی جگہ خون بہائے (یعنی دم دے) کیونکہ یہ فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے اور اُس پر زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں سفر کی مشقت اور احرام کے لازم ہونے کے ضرر کا دور ہونا ہے۔ ابن عجمی نے فرمایا: اگر وہ اس حال میں نکلا کہ اُس نے طوافِ وداع نہ کیا تھا تو وہ حنفی، شافعی، اور حنبلی مذہب کے مطابق گنہگار ہو اور اُس پر طواف کے لیے لوٹنا واجب ہوگا جب کہ اُس نے وہ میقات سے نہ گزرا ہو۔

اور امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: فَإِنْ نَفَرَ وَلَمْ يَطُفْ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ، وَيَطُوفَ مَا لَمْ يُجَاوِزِ الْمِيقَاتِ؛ لِأَنَّهُ تَرَكَ طَوَافًا وَاجِبًا، وَأَمَّا كُنْهٌ أَنْ يَأْتِيَ بِهِ مِنْ غَيْرِ الْحَاجَةِ إِلَى تَجْدِيدِ الْإِحْرَامِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ، وَيَأْتِيَ بِهِ، وَإِنْ جَاوَزَ الْمِيقَاتِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ

الرُّجُوعُ إِلَّا بِالتَّزَامِ عُمْرَةً بِالتَّزَامِ إِحْرَامَهَا ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَمْضِيَ مَضًى، وَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَرْجِعَ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ، وَإِذَا رَجَعَ يَبْتَدِئُ بِطَوَافِ الْعُمْرَةِ ثُمَّ بِطَوَافِ الصَّدْرِ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِتَأْخِيرِهِ عَنْ مَكَانِهِ، وَقَالُوا الْأَوَّلَى أَنْ لَا يَرْجِعَ، وَيُرِيقُ دَمًا مَكَانَ الطَّوَافِ؛ لِأَنَّ هَذَا أَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ، وَأَيْسَرُ عَلَيْهِ لِمَا فِيهِ مِنْ دَفْعِ مَشَقَّةِ السَّفَرِ، وَضَرَرِ التَّزَامِ الْإِحْرَامِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. (۱۳۵)

یعنی، پس اگر وہ رخصت ہو اس حال میں کہ اُس نے طواف نہ کیا تھا تو اُس پر واجب ہے کہ وہ لوٹے اور طواف کرے جب تک وہ میقات سے نہ گزرا ہو کیونکہ اُس نے واجب طواف کو ترک کیا ہے اور اُسے نئے احرام کی حاجت کے بغیر طواف کرنے آنا ممکن ہے تو اُس پر واجب ہوگا کہ وہ مکہ کو لوٹ آئے اور طوافِ وداع کرے اور اگر وہ میقات سے گزر چکا ہو تو اُس پر لوٹنا واجب نہیں کیونکہ لوٹنا ممکن نہیں مگر عمرہ کے احرام کو لازم کرنے کے ساتھ پھر جب وہ جانا چاہے تو چلا جائے تو اُس پر دم لازم ہوگا اور اگر اُس نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو وہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے پھر وہ لوٹے تو عمرہ کے طواف سے ابتداء کرے (عمرہ سے فارغ ہو) پھر طوافِ صدر کرے تو اُسے اپنی جگہ سے مؤخر کرنے کے سبب کچھ لازم نہ ہوگا اور فقہاء کرام نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ وہ نہ لوٹے اور طواف کی جگہ خون بہائے (یعنی دم دے) کیونکہ یہ فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے اور اُس پر زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں سفر کی مشقت اور احرام کے لازم ہونے کے ضرر کا دور ہونا ہے۔ واللہ اعلم

تو مندرجہ بالا عبارات میں اس حکم کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی میقات سے تجاوز کرنے کے بعد بھی لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ جب وہ لوٹ جائے تو وہ سب

سے پہلے عمرہ کے طواف کے ساتھ طواف کی ابتداء کرے پھر جب وہ عمرہ کی ادائیگی سے مکمل طور پر فارغ ہو جائے تو وہ طواف وداع کرے تو اس حکم سے بالکل واضح ہو گیا کہ عمرہ طواف وداع کے قائم مقام نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو فقہاء کرام کبھی بھی یہ حکم اپنی کُتُب میں ذکر نہ فرماتے کہ وہ عمرہ سے فراغت کے بعد طواف وداع کرے اور فقہاء کرام کا فراغتِ عمرہ کے بعد طواف وداع کا حکم دینا اس پر بین (واضح) دلیل ہے کہ عمرہ طواف وداع کے قائم مقام نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۴ ذو الحجة ۱۴۳۹ھ - ۴ سبتمبر ۲۰۱۸م

FU-45

دوران طواف پانی پینے کی شرعی حیثیت

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا دوران طواف پانی وغیرہ پینا جائز ہے اگر جائز ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے؟ (السائل: محمد ریحان قادری، لیک جگروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقُدس الجواب:- دوران طواف پانی پینا شرعاً جائز ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا حنفی متوفی: ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں: سلام کرنا، جواب دینا، پانی پینا، حمد ونعت ومنقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا، اور سعی میں کھانا کھا سکتا ہے۔ حاجت کے لیے کلام کرنا، فتویٰ پوچھنا، فتویٰ دینا۔ (۱۳۶)

دوران طواف پانی پینا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ اور امام حافظ ابوالاحمد

عبداللہ بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: عَطِشَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْكُعْبَةِ فَاسْتَسْقَى، فَأَتَى بَنِيذَ مِنَ السَّقَايَةِ، فَشَمَّهُ فَقَطَّبَ، فَقَالَ: عَلَىٰ بَذْنُوبٍ مِنْ زُمَزَمَ، فَصَبَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ شَرِبَ، فَقَالَ رَجُلٌ: أَحْرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا. (۱۳۷)

یعنی، حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا چکر لگاتے ہوئے پیاس لگی تو آپ نے پانی طلب فرمایا تو آپ کے پاس ایک مشکیزے میں سے نبیذ لایا گیا تو آپ نے اُسے سونگھا پھر اسے ہٹا کر فرمایا مجھے زمزم سے ایک ڈول (پانی) دو پھر آپ نے اُسے اپنے اوپر ڈالا، پھر نوش فرمایا تو ایک مرد نے کہا کیا یہ (یعنی نبیذ) حرام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

امام حافظ علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: عَطِشَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْكُعْبَةِ فَاسْتَسْقَى فَأَتَى بَنِيذَ مِنَ السَّقَايَةِ فَشَمَّهُ ثُمَّ قَطَّبَ، فَقَالَ: عَلَىٰ بَذْنُوبٍ مِنْ زُمَزَمَ، فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ، فَقَالَ رَجُلٌ: أَحْرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا. (۱۳۸)

یعنی، حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا چکر لگاتے ہوئے پیاس لگی تو آپ نے پانی طلب فرمایا تو آپ کے پاس ایک مشکیزے میں سے نبیذ لایا گیا تو آپ نے اُسے سونگھا پھر اسے ہٹا کر فرمایا مجھے زمزم سے

(۱۳۷) سُنَنُ النَّسَائِي، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ، بَابُ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الَّتِي اعْتَلَّ بِهَا مِنْ أَبَاحِ شَرَابِ السَّكْرِ، بِرَقْم:

۳۴۱/۸-۷، ۵۷۱۴

الكَامِلُ فِي ضَعْفَاءِ الرِّجَالِ، ۵۹۲/۲۲- خَالِدُ بْنُ سَعْدِ كُوفِي مَوْلَى أَبِي مَسْعُودِ الْأَنْصَارِيِّ، ص: ۴۵۴

(۱۳۸) سُنَنُ الدَّارِقُطْنِيِّ، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ وَغَيْرِهَا، بِرَقْم: ۶۴۹

(۱۳۶) فِتَاوَى رِضْوِيَّة، كِتَابُ الْحَجِّ، جَنَائِاتٍ، رِسَالَةُ أَنْوَارِ الْبَشَارَةِ فِي مَسَائِلِ الْحَجِّ وَالزِّيَارَةِ، ۷۴۵/۱۰

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ایک ڈول (پانی) دوپھر آپ نے اُسے اپنے اوپر ڈالا، پھر اُسے نوش فرمایا تو ایک شخص نے کہا کیا یہ (یعنی نبیؐ) حرام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت نقل کرتے ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مَاءً فِي الطَّوَافِ - (۱۳۹)

یعنی، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران طواف پانی نوش فرمایا۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن کرم حنفی متوفی ۵۹۲ھ: لما روى: أن النبي ﷺ عطش

في طوافه فخرج إلى زمزم فشرب ثم عاد وبنى على طوافه - (۱۴۰)

یعنی، اس لئے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کے دوران میں پیاس لگی تو آپ زمزم کی جانب تشریف لے گئے اور (آب زمزم) نوش فرمایا پھر لوٹے اور اپنے طواف پر بنا کی۔

اور امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں: وَرَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ مِنَ الطَّوَافِ، وَدَخَلَ السَّقَايَةَ فَاسْتَسْقَى فَسَقَى فَشَرِبَ ثُمَّ عَادَ، وَبَنَى عَلَى طَوَافِهِ - (۱۴۱)

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بے شک آپ طواف سے نکلے اور سقایہ میں تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا پھر اُسے نوش فرمایا اور اپنے طواف پر بنا فرمائی۔

(۱۳۹) السُّنَنُ الْكُبْرَى لِلْبَيْهَقِيِّ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الشَّرْبِ فِي الطَّوَافِ، بِرَقْم: ۹۲۹۷، ۱۳۹/۵

(۱۴۰) الْمَسَالِكُ فِي الْمَنَاسِكِ، فَصْلُ فِي شَرَائِطِ صَحَةِ الطَّوَافِ وَمَا يَقَعُ مَعْتَدًا وَمَا لَا يَقَعُ، ۴۴۸/۱

(۱۴۱) بِدَائِعُ الصَّنَائِعِ، كِتَابُ الْحَجِّ، فَصْلُ فِي شَرْطِ طَوَافِ الزِّيَارَةِ..... إلخ، ۷۲/۳-۷۳

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۱، محرم الحرام ۱۴۴۰ھ - ۱۰ ستمبر ۲۰۱۸م FU-52

چھت سے کعبہ معظمہ کا طواف

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فتویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ ”اگر مسجد حرام کی چھت سے کعبہ مقدسہ کا طواف ہو تو فرض طواف ادا ہو جائے گا جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو“ اب پوچھنا یہ ہے کہ مقام ابراہیم بھی تو آڑ بنتا ہے یونہی برآمدے یا چھت سے طواف کرنے پرستون اور گرل لازمی طور پر آڑ بنتے ہیں لہذا دیوار وغیرہ حاجب سے کیا مراد ہے اور دیوار وغیرہ حاجب ہونے کی صورت میں کیا فرض ادا نہیں ہوگا؟

اور جس فتویٰ کی عبارت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

چھت سے طواف: اگر مسجد حرام کی چھت سے کعبہ مقدسہ کا طواف ہو تو فرض طواف ادا ہو جائے گا جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو لیکن اگر نیچے مطاف میں گنجائش ہے تو چھت سے طواف مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں بلا ضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا اور چلنا پایا جاتا ہے جو مکروہ ہے۔ ساتھ ہی اس حالت میں طواف، کعبہ سے قریب تر ہونے کے بجائے بہت دور ہو رہا ہے اور بلا وجہ اپنے کو سخت مشقت اور تکان میں ڈالنا بھی ہوتا ہے جبکہ قریب تر مقام سے طواف کرنا افضل ہے اور بلا وجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا منع۔ ہاں! اگر نیچے گنجائش نہ ہو یا گنجائش ہونے تک انتظار سے کوئی مانع ہو تو چھت سے طواف بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (السائل: عبد اللہ از کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب :- اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کے گرد طواف کا حکم دیا

ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (۱۴۲)

ترجمہ: اور اس آواز گھر کا طواف کریں۔

اور مقام ابراہیم کے باہر سے، مسجد کے برآمدے میں، برآمدوں اور مسجد کے ستونوں کے باہر سے طواف کیا جائے بشرطیکہ مسجد کے اندر ہی ہو تو یہ طواف بیت اللہ شریف کا ہی طواف کہلاتا ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ اور مفتی وقاضی مکہ علامہ ابوالبقا محمد بن احمد بن الضیاء کی حنفی متونی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: وَأَمَّا مَكَانُ الطَّوَّافِ فَمَكَانُهُ حَوْلَ الْبَيْتِ لِقَوْلِهِ ﴿وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (۱۴۳)

یعنی، اور بہر حال طواف پس اس کی جگہ بیت اللہ شریف کے گرد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور اس آزاد گھر کا طواف کریں“ طواف کعبہ، بیت اللہ شریف کے گرد کا طواف ہے تو مسجد حرام میں طواف جائز ہوگا چاہے بیت اللہ شریف کے قریب ہو یا دور، بشرطیکہ مسجد میں ہو۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی اور مفتی وقاضی مکہ علامہ ابن الضیاء کی حنفی لکھتے ہیں: فَيَجُوزُ الطَّوَّافُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَرِيباً مِنَ الْبَيْتِ أَوْ بَعِيداً عَنْهُ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ فِي الْمَسْجِدِ - (۱۴۴)

یعنی، پس مسجد حرام میں طواف جائز ہوگا، بیت اللہ شریف کے قریب ہو یا اس کے دور بعد اس کہ (طواف) مسجد میں ہو۔

اس لئے اگر طواف مقام ابراہیم کے باہر سے یا سجدہ برآمدے میں یا مسجد کے

(۱۴۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الحج، فصل بعد فضل فی شرط طواف الزیارة إلخ، ۷۶/۳

البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

(۱۴۴) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الحج، فصل بعد فضل فی شرط طواف الزیارة إلخ، ۷۶/۳

البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

ستون کے باہر سے کیا تو جائز ہوگا۔

چنانچہ امام ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد مروزی حنفی متونی ۱۳۴۴ھ اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متونی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: وَإِنْ طَافَ بِالْبَيْتِ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمٍ أَوْ قَرِيباً مِنْ ظِلَّةِ الْمَسْجِدِ أَجْزَأُ عَنْ ذَلِكَ - (۱۴۵)

یعنی، اگر زمزم کے پیچھے سے یا مسجد کے سائبان کے قریب بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو اسے طواف جائز ہوا۔

اور علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: حَتَّى لَوْ طَافَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمٍ قَرِيباً مِنْ حَائِطِ الْمَسْجِدِ أَجْزَأُ - (۱۴۶)

یعنی، یہاں تک کہ زمزم کے پیچھے مسجد کی دیوار کے قریب طواف کیا تو اسے جائز ہو گیا۔

اور علامہ ابن الضیاء کی حنفی لکھتے ہیں: وَلَا يَفِرُّ الْحَائِلُ بَيْنَ الطَّائِفِ وَالْبَيْتِ كَقَبَّةِ زَمْزَمٍ وَالسَّوَارَى - (۱۴۷)

یعنی، اور طائف (طواف کرنے والے) اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہونا نقصان دہ نہ ہوگا جیسے زمزم کا کنواں اور ستون۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متونی ۹۹۵ھ اور ملا علی قاری حنفی متونی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: وَيَجُوزُ أَيُّ الطَّوَّافِ فِي الْمَسْجِدِ أَيْ فِي جَمِيعِ أَجْزَائِهِ وَلَوْ مِنْ وَرَاءِ

(۱۴۵) الکافی للحاکم الشہید مع شرحه المصنوع، کتاب المناسک، باب الطواف، ۵۷/۲

المسالك فی المناسک، فصل فی شرائط صحة الطواف إلخ، ۴۴۸/۱

(۱۴۶) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الحج، فصل بعد فضل فی شرط طواف الزیارة إلخ، ۷۶/۳

(۱۴۷) البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مكة إلخ، الفصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۲۲۴/۲

السَّوَارَى أَى الْأَسْطُوَانَاتِ وَزَمْزَمَ وَكَذَا الْمَقَامَاتِ - (١٤٨)

یعنی، طواف مسجد حرام کے جمیع (تمام) اجزاء میں جائز ہے اگرچہ ستونوں اور زمزم کے باہر سے ہو اسی طرح مقام (ابراہیم) کے باہر سے بھی (جائز ہے)

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: واعلم أن مكان الطواف داخل المسجد الحرام حتى لو طاف بالبيت من وراء زمزم أو من وراء السَّوَارَى جاز - (١٤٩)

یعنی، جان لے طواف کی جگہ مسجد حرام کے اندر ہے یہاں تک کہ اگر زمزم یا ستونوں کے باہر سے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو طواف جائز ہو۔

اور علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکشی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: واعلم أن مكان الطَّوْفِ داخل المسجد ولو وراء زمزم - (١٥٠)

یعنی، جان لے کہ طواف کی جگہ مسجد حرام کے اندر ہے اگرچہ زمزم کے باہر سے ہو۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: "ولو وراء زمزم" أو المقام أو السَّوَارَى أو على سطحه ولو مرتفعاً على البيت "لباب" (١٥١)

یعنی، اُن کا قول "اگرچہ زمزم کے باہر سے ہو" یا مقام ابراہیم یا ستونوں کے

(١٤٨) المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط ، باب أنواع الأظوفة ، فصل : فى مكان الطواف ،

ص ٢١١

(١٤٩) البحر الرائق ، كتاب الحج ، باب الإحرام ، تحت قوله : وطن مضطرباً إلخ ، ٥٧٦/٢

(١٥٠) الدر المختار ، كتاب الحج ، فصل فى الإحرام وصفة المفرد بالحج ، تحت قوله : يلزمه إتمام الأ

سبوع إلخ ، ص ١٦٠

(١٥١) رد المحتار على الدر المختار ، كتاب الحج ، فصل فى الإحرام ، مطلب فى طواف القدوم ،

٥٨٢/٣

باہر سے ہو یا مسجد کی چھت پر یا بیت اللہ سے بلند ہو۔

اور مخدوم محمد عابد بن احمد بن علی سندھی انصاری حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ اس کے تحت لکھتے ہیں: "ولو وراء زمزم" أى والسَّوَارَى أو على سطحه ولو مرتفعاً على البيت كما فى "الباب" فلا يشترط عين المطاف ، ولو وسع المسجد حتى بلغ طرف الحرم أجزأ الطواف فيه - (١٥٢)

یعنی، "اگرچہ زمزم کے باہر سے ہو" یا ستونوں کے باہر سے ہو یا (مسجد کی) چھت پر ہو اگرچہ بیت اللہ شریف سے بلند ہو جیسا کہ "لباب" میں ہے۔ پس معین مطاف کی شرط نہیں لگائی گئی، اور اگر مسجد (حرام) کو وسیع کی جائے یہاں تک کہ (حدود) حرم کے طرف (کنارے) کو پہنچ جائے اس میں طواف جائز ہوگا۔

فقہ ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید ولولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی متوفی ۸۶۷ھ نقل لکھتے ہیں: ولو طاف من وراء زمزم وزمزم بينه وبين البيت لم يلزمه شيء ، و جاز - (١٥٣)

یعنی، اور اگر زمزم کے باہر سے طواف کیا اور زمزم اس کے اور بیت اللہ شریف کے مابین ہو تو اُسے کچھ لازم نہ ہوگا اور طواف جائز ہو جائے گا۔

اور جواز طواف کو طواف کرنے والے اور بیت اللہ شریف کے مابین حائل ضرر نہیں دیتا۔

چنانچہ علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: ولا يضر الحائل بين الطائف والبيت كقبة زمزم ، والسَّوَارَى - (١٥٤)

یعنی، طواف کرنے والے اور بیت اللہ شریف کے مابین حائل ضرر نہیں دے

(١٥٢) طالع الأنوار شرح الدر المختار ، كتاب الحج ، فصل فى الإحرام ، ٤/٨٨/أ ، مخطوط مصوّر

(١٥٣) الفتاوى الولوالجية ، كتاب الحج ، الفصل الرابع وأما طواف التحية ، ٢٩٤/١

الفتاوى التاتارخانية ، كتاب الحج ، الفصل الثالث فى تعليم أعمال الحج ، برقم : ٤٩٢٥ ، ٤٩٧/٣

(١٥٤) البحر العميق ، الباب العاشر : فى دخول مكة إلخ ، الفصل فى بيان أنواع الأظوفة ، ١٢٢٤/٢

گا جیسے قبہ زمزم، ستون۔

کیونکہ زمزم، مقام ابراہیم اور ستونوں کے حائل ہونے کے باوجود طواف بالبيت پایا گیا۔

چنانچہ علامہ کاسانی حنفی اور علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: لوجود الطواف بالبيت لحصوله حول البيت۔ (۱۵۵)

یعنی، طواف بالبيت کے پائے جانے کی وجہ سے کیونکہ طواف بیت اللہ شریف کے گرد پایا گیا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر آخر تک طواف جائز ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں: ويجوز في أخريات المسجد وراء قبة، وعلى سطح المسجد۔ (۱۵۶)

یعنی، طواف مسجد کے آخر میں قبہ کے پیچھے اور مسجد کی چھت پر جائز ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد حرام اگر وسیع ہو جائے اور مطاف بھی کشادہ ہو جائے تو اس کے جمیع اجزاء میں طواف جائز ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: ولو وسع المسجد اتسع المطاف فصح الطواف في جميعه۔ (۱۵۷)

یعنی، اور اگر مسجد وسیع ہو جائے تو مطاف وسیع ہو جائے گا تو پوری مسجد میں طواف درست ہوگا۔

لہذا جب طواف مسجد کے اندر واقع ہو، طواف کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝﴾ پر عمل کرنے والا قرار پائے گا۔ چنانچہ شمس الائمہ ابو بکر محمد

(۱۵۵) البحر العميق، الباب العاشر: في دخول مكة إلخ، الفصل في بيان أنواع الأظوفة ۱۲۲۴/۲

(۱۵۶) البحر العميق، الباب العاشر: في دخول مكة إلخ، الفصل في بيان أنواع الأظوفة ۱۲۲۴/۲

(۱۵۷) البحر العميق، الباب العاشر: في دخول مكة إلخ، الفصل في بيان أنواع الأظوفة، ۱۲۲۴/۲

بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: لأنه إذا كان في المسجد فطوافه يكون بالبيت، فيصير ممثلاً للأمر۔ (۱۵۸)

یعنی، کیونکہ جب طواف مسجد میں ہے تو اس کا طواف بیت اللہ شریف کا طواف ہوگا، پس وہ امر خداوندی کو بجالانے والا ہوگا۔

اور مسجد کا اندر بقعہ واحدہ کی مثل ہے اس لئے مسجد کے اندر جس حصے سے بھی کعبہ معظمہ کا طواف کرے گا طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ ظہیر الدین عبدالرشید ولولوا لبحی حنفی لکھتے ہیں: لأن أماكن المسجد كمكان واحد في حق الصلاة والاقتداء بالإمام، فكذا في حق الطواف ولا كذلك خارج المسجد۔ (۱۵۹)

یعنی، کیونکہ مسجد کے اماکن (جگہیں) نماز اور امام کی اقتداء کے حق میں ایک مکان کی مانند ہیں۔ پس اسی طرح طواف کے حق میں بھی جبکہ خارج مسجد ایسا نہیں۔

اور امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں: لأن أماكن المسجد كمكان واحد في جواز الاقتداء بالإمام فكذا في الطواف۔ (۱۶۰)

یعنی، کیونکہ مسجد کے اماکن (جگہیں) امام کی اقتداء کے جواز میں مکان واحد کی مانند ہیں پاس اسی طرح طواف میں بھی کیونکہ مسجد کی جگہیں نماز اقتداء کے حق میں اور امام ایک مکان کی مانند ہیں۔

اور دیوار کو حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔

(۱۵۸) المسبوط للسرخي، كتاب المناسك، باب الطواف، تحت قوله: وإن طاف بالبيت..... إلخ، ۴۵/۲

(۱۵۹) الفتاوى للولولوية، كتاب الحج، الفصل الرابع، وأما طواف التحية، ۲۹۴/۱

(۱۶۰) المسالك في المناسك، القسم الثاني: في بيان منسك الحج إلخ،، فصل في شرائط صحة

الطواف وما يقع معتدلاً وما لا يقع، ۴۸/۱

چنانچہ علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: ومن خارج المسجد لا يجوز وعليه أن يعيد؛ لأنه لا يمكنه الطواف ملاصقاً لحائط البيت فلا بد من حد فاصل بين القريب والبعيد فجعلنا الفاصل حائط المسجد؛ لأنه في حكم بقعة واحدة۔ (۱۶۱)

یعنی، مسجد کے باہر سے طواف جائز نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ اعادہ کرے کیونکہ بیت اللہ شریف کی دیوار کی وجہ سے ملاصق طواف ممکن نہیں ہے تو قریب اور بعید میں حد فاصل ضروری ہے، پس ہم نے مسجد کی دیوار کو فاصل قرار دیا کیونکہ (مسجد کا اندر) بقعہ واحدہ کے حکم میں ہے۔

اور سوال میں ذکر کردہ عبارت میں ہے کہ ”جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو“ تو ”وغیرہ“ سے مراد ہے کہ وہ چیز جو حاجب ہونے میں دیوار کی مثل ہو اور وہ چیز دیوار کی غیر ہو اور مسجد حرام کے اندر جو چیزیں ہیں وہ دیوار کی مثل حاجب نہیں ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ذو القعدة ۱۴۳۹ھ - ۱۳، اغسطس ۲۰۱۸م FU-16

(۱۶۱) البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: وطف مضطجعاً وراء الحطيم إلخ،

﴿ماخذ و مراجع﴾

- ۱۔ القرآن الكريم
- ۲۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط للقارى، للإمام نور الدين علي بن محمد سلطان الهروي الحنفى (ت ۱۰۱۴ھ)، محقق محمد طلحه بلال احمد مينار، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹م
- ۳۔ الهداية شرح بداية المبتدى، للمرغيناني، برهان الدين أبي الحسن علي بن أبي بكر الحنفى (ت ۵۹۳ھ)، دار الارقم، بيروت
- ۴۔ الباب في شرح الكتاب، للإمام عبد الغنى بن طالب الحنفى (ت ۱۲۹۸ھ)، مطبوعة: دار الكتاب العربى، بيروت، ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴م
- ۵۔ الفتاوى التاتارخانية، للعلامة فريد الدين عالم بن العلاء الإندريتى الدهلوى الهندى حنفى (ت ۷۸۶ھ)، مطبوعة: مكتبة فاروقيه، كوثه
- ۶۔ الكامل فى ضعفاء الرجال، للإمام أبى أحمد عبد الله بن عدى جرجانى (ت ۳۶۵ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م
- ۷۔ المسالك فى المناسك، للإمام منصور محمد بن مكرم بن شعبان كرماني الحنفى (ت ۵۹۷ھ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳م
- ۸۔ الفتاوى الهندية، للعلامة نظام الدين الحنفى (ت ۱۱۶۱ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ - ۱۹۷۳م
- ۹۔ البنایة شرح الهدایة، للعینی، للإمام محمود بن محمد بن موسى المعروف بدرالدین الحنفی (ت ۸۵۵ھ) تحقیق أیمن صالح شعبان، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م
- ۱۰۔ البحر العمیق فی مناسک المعتمر و الحاج إلى بیت الله العتیق، لابن الضیاء، محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت ۸۵۴ھ)، تحقیق عبد الله نذیر أحمد عبد الرحمن مزى، مطبوعة: مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶م
- ۱۱۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، لابن نجيم، زين الدين بن ابراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت ۹۷۰ھ)، ضبطه الشيخ زكريا عميرات، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

١٤١٨هـ-١٩٩٧م

- ١٢- السَّنَنُ الْكُبْرَى، للإمام أبي بكر أحمد بن حسين بن علي البيهقي (ت ٤٥٨ هـ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م
- ١٣- النهر الفائق شرح كنز الدقائق، للعلامة سراج الدين ابن نجم الحنفي (ت ١٠٠٥ هـ) مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ - ٢٠٠٢م
- ١٤- العناية شرح الهداية، للعلامة اكمل الدين محمد بن محمد بن محمود بابر تي الحنفي (ت ٧٨٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م
- ١٥- الدر المختار شرح تنوير الأبصار، للعلامة علاؤ الدين محمد بن علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن حصكفي الحنفي (ت ١٠٨٨ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ - ٢٠٠٢م
- ١٦- الفتاوى التاتارخانية، للعلامة عالم بن علاء الأنصاري الإندريتي الدهلوي الحنفي (ت ٧٨٦هـ) مطبوعة: مكتبة فاروقيه، كوثه، الطبعة الأولى ١٤٣١هـ-٢٠١٥م
- ١٧- الفتاوى الولوالجية، للعلامة ظهير الدين الولوالجي الحنفي (ت ٥٤٠ هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م
- ١٨- الكافي للحاكم الشهيد، للإمام أبي الفضل محمد بن محمد بن أحمد المروزي الحنفي (ت ٣٤٤/٣٣٤هـ)، مطبوعة: مكتبة رشيديه، كوثه
- ١٩- الجوهرة النيرة شرح القدوري للإمام أبي بكر بن علي بن محمد حدادي الحنفي (ت ٨٠٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م
- ٢٠- الفتاوى الرضوية، للإمام أحمد رضا بن نقى علي خان الحنفي (ت ١٣٤٠ هـ)، مطبوعة: رضا فاؤنڈيشن، لاهور، ١٤١٧هـ-١٩٩٦م
- ٢١- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، للكاساني، علاؤ الدين أبي بكر بن مسعود الحنفي (ت ٥٨٧هـ) تحقيق وتعليق على محمد معوض وعادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٢٢- بهار شريعة، صدر الشريعة محمد أمجد علي اعظمي حنفي (ت ١٣٦٧ هـ)، ناشر: مكتبة المدينة، كراچی، طباعت ١٤٣٥هـ - ٢٠١٤م
- ٢٣- تنوير الأبصار، للعلامة محمد بن عبد الله بن غزي تمر تاشي الحنفي (ت ١٠٠٤ هـ)،

مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ - ٢٠٠٢م

- ٢٤- حياة القلوب في زيارة المحبوب، للسندی، المخدوم محمد هاشم بن عبد الغفور الحارثي الحنفي (ت ١١٧٤هـ)، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشي ١٣٩١هـ
- ٢٥- حاشيه فتاوى رضويه، مطبوعة: رضا فاؤنڈيشن، لاهور، اشاعت: ١٤١٧هـ-١٩٩٦م
- ٢٦- رد المحتار على الدر المختار للشامي، محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفي، تحقيق عبد المجيد طعمه الحلبي (ت ١٢٥٢ هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ - ٢٠٠٠م
- ٢٧- سنن أبي داود، للإمام سليمان بن أشعث السجستاني (ت ٢٧٥ هـ)، تعليق عبيد الدعاس وعادل السيد، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م
- ٢٨- سنن الدار قطنی، للإمام علي بن عمر الدار قطنی (ت ٣٨٥ هـ) مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٦م
- ٢٩- سنن الترمذی، للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى ترمذی، تحقيق: محمود محمد حسن نصار، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م
- ٣٠- سنن النسائي، للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب نسائي (ت ٣٠٣ هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ-١٩٩٥م
- ٣١- شرح سنن أبي داود لإبن رسلان، للإمام شهاب الدين أحمد بن حسين بن علي بن رسلان مقدسي رملي شافعي (ت ٨٤٤هـ)، مطبوعة: دار الفلاح، الطبعة الأولى ١٤٣٧هـ-٢٠١٦م
- ٣٢- صحيح البخاري، للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل ابن ابراهيم بن المغيرة بن بردبة (ت ٢٥٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م
- ٣٣- صحيح مسلم، للإمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (ت ٢٦١ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت
- ٣٤- صحيح مسلم بشرح النووي، للإمام يحيى بن شرف نوى دمشقي شافعي (ت ٦٧٧ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م
- ٣٥- طوابع الأنوار شرح الدر المختار، للإمام محمد عابد بن أحمد سندهي أنصاري الحنفي (ت ١٢٥٧هـ/١٨٤١م)، مخطوط مصور
- ٣٦- عمدة القاري شرح صحيح البخاري، للعلامة بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد عيني

الْعُرْوَةُ فِي مَنَاسِكِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

95

- (ت ٨٥٥هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ - ١٩٩٨م
- ٣٧- غنية ذوى الحكام، للعلامة حسن بن عمار شرنبلالي الحنفى (ت ١٠٦٩هـ)، مطبوعة: مطبعة أحمد كامل الكائنة في دار السعادة ١٣٢٩هـ
- ٣٨- فتح القدير شرح الهداية، لإبن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت ٦٨١هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت
- ٣٩- فتاوى ظهيرية، للإمام ظهير الدين أبو بكر محمد بن أحمد الحنفى البخارى، (ت ٦١٩هـ)، مخطوط
- ٤٠- كتاب الحجّة على أهل المدينة، للإمام محمد بن الحسن الشيباني (ت ١٨٩هـ)، مطبوعة: مكتبته طيّبه، كوثته
- ٤١- كمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر، للعلامة محمد بن ولى بن رسول ازيميرى الحنفى (ت ١١٦٥هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٣٨هـ - ٢٠١٧م
- ٤٢- كنز الإيمان، للإمام أحمد رضا الحنفى (ت ١٣٤٠هـ)
- ٤٣- كتاب المبسوط للسرخسى، للإمام شمس الدين ابوبكر محمد السرخسى الحنفى (ت ٤٩٠هـ) مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م
- ٤٤- كتاب الأصل المسمّى بالمبسوط، للإمام محمد بن الحسن الشيباني (ت ١٨٩هـ)، تصحيح وتعليق أبى الوفاء الأفعانى، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ - ١٩٩٠م
- ٤٥- لباب المناسك وعُباب المسالك، للإمام رحمة الله بن عبد الله بن ابراهيم السندى الحنفى (ت ٩٩٣هـ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ
- ٤٦- لسان الحكام فى معرفة الأحكام، للإمام أبو الوليد أحمد بن محمد بن محمد لسان الدين ابن شحنه تقي حلى حنفى (ت ٨٨٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، سنة الطباعة: ١٤٣٨هـ - ٢٠١٧م
- ٤٧- مختصر الطحاوى، للإمام أحمد بن محمد بن سلامه طحاوى حنفى (ت ٣٢١هـ)، مطبوعة: الدار المالكية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٧هـ - ٢٠١٦م
- ٤٨- مختصر القدورى، للإمام أحمد بن محمد قدورى الحنفى (ت ٤٢٨هـ)، مطبوعة: مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ - ٢٠٠٥م

فتاوى حج وعمره (حصه دوازدهم)

96

- ٤٩- مجمع الأنهر، للإمام عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الحنفى (ت ١٠٧٨هـ) مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ - ١٩٩٨م
- ٥٠- مجموعة رسائل ابن عابدين، للشّامى، محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفى، (ت ١٢٥٢هـ)، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت
- ٥١- نزهة المشتاق فى حل عمرة المكي والملحق به من الآفاق، فى ضمن إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، للعلامة طاهر سنبل الحنفى، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤٣٠هـ - ٢٠٠٩م
- ٥٢- هداية السالك إلى المذاهب الأربعة فى المناسك، للإمام عزّ الدين بن جماعة الكنانى (ت ٧٦٧هـ)، تحقيق الدكتور نور الدين عتر، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ - ١٩٩٤م